نام نہاد جدیدیت

لوگوں نے چند ایک جملے ازبر کر رکھے ہیں جنھیں موقع بہ موقع استعمال کرتے رہتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اسلام جدیدیت کے خلاف نہیں۔ اپنی جگہ پر یہ بات بالکل درست ہے کہ اسلام جدیدیت کے خلاف نہیں لیکن اس کی آڑ لے کر جدید و تازہ لباس پہن کر آنے والی ہر بُرائی، ہر بے شرمی اور بے حیائی کو تو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اس کی نشر و اشاعت ہی کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ لوگ جب اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ان کے در پردہ اسی طرح کے مقاصد ہوتے ہیں۔ تہذیب مغرب سے تعلق رکھنے والی ہر بات اور ہر چیز کو فروغ دینے اور سند جواز مہیا کرنے کے لیے اس پر جدیدیت کا لیبل لگا دیتے ہیں تا کہ اگر کوئی شخص اسلام کے حوالے سے اس کی تردید کرنے لگے تو فوراً کہا جاسکے کہ اسلام جدیدیت کے خلاف تو نہیں ہے۔

علم دینی کی فضیلت

معلم یا استاد اور خاص طور پر معلم اسلامیات کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اسے علم میں رسوخ اور مضبوطی ہو، قرآن وحدیث پر گہری نگاہ ہو، تفسیر اور اُصولِ تفسیر، حدیث اور اُصولِ حدیث میں مہارت ہو، سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ ہو، مسائل میں تفقہ کا ملکہ ہو، عربی زبان کو پڑھنے اور سمجھنے کا سلیقہ ہو، اس لیے کہ قرآن وحدیث کی زبان عربی ہے، نیز علمائے سلف کے تمام علمی کام اس زبان میں ہیں۔ ان کتب سے کماحقہ فائدہ اٹھانا اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس زبان کو سیکھنے میں محنت ومشقت کی جائے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ علم میں مہارت کے بغیر اُسے دوسروں تک ایمانداری سے منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ بھلا جس حوض میں خود پانی نہ ہو وہ دوسروں کو کیا سیراب کرے گا۔ یا جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسروں کو کس طرح منور وروشن کرے گا۔ قرآن وحدیث میں حصولِ علم اور رسوخ علم کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چند آیات واَحادیث پر غور کیجیے:

❀......﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر: ۹]

''آپ کہیے کہ علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟''

❀......﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ [المجادلہ: ۱۱]

''اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنھیں علم عطا ہوا ہے درجات بلند کرے گا۔''

❀......﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ [طٰه: ۱۱٤]

''اور کہیے کہ اے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

❀......﴿وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ [آلِ عمران: ۷]

''اور جو لوگ علم میں دستگاہِ کامل رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اُن پر (آیاتِ الٰہی) پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔''

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے علم کے متعلق فرمایا ہے:

❀......((من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا إلى الجنة.)) (صحيح مسلم)

''جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں وہ علم کا متلاشی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔''

❀......((من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع.)) (جامع الترمذی)

''جو شخص طلب علم کے لیے نکلے تو وہ جب تک واپس نہ ہو اللہ کے راستے ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

❀......((طلب العلم فريضة على كل مسلم.)) (سنن ابن ماجه)

''حصولِ علم ہر مسلمان (مرد ہو یا عورت) پر فرض ہے۔''



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

03 ذی قعدہ 1433ھ جمعۃ المبارک 21 تا 27 ستمبر 2012ء

شمارہ 37 جلد 64

خط وکتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال 60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

مردہ دلی

حافظ احمد شاکر

وطن عزیز تقریباً ربع صدی (۲۵ سال)، یعنی بہاول پور کے فضائی حادثے کے بعد سے مسلسل آزمائشوں (مہنگائی، بے حیائی، دین و وطن سے بے وفائی اوران پر ڈھٹائی) سے دو چار ہے لیکن نامشرف خلائی حکومت، جو دین کی تعلیم وتبلیغ کو روکنے (اداروں اور اہل دین پر ناروا پابندیاں لگاتی اور دھمکیاں دیتی رہی) اور بے حیائی پھیلانے کے غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کرتی رہی۔ خصوصاً جب اس نے جامعہ حفصہ اور لال مسجد پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، یعنی سینکڑوں تشنہ لب بھوک سے بلکتے بچوں، بچیوں، زخموں سے تڑپتے ماؤں کے جگر گوشوں کی بے بسی اور سسک سسک کر جنت کی طرف پرواز کرنے والی روحوں نے جب عرش معلیٰ تھام کر خشک ہونٹوں اور سوکھی زبانوں سے اپنی مظلومی کی داستان رب تعالیٰ کے حضور عرض کی ہوگی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس کو شرف قبول بخشا ہوگا کہ فرمانِ الٰہی (جس کا مفہوم یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ مظلوم کے سوا کسی کی بد دعا پسند نہیں کرتا۔ تو اس وقت یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے غیظ وغضب کا حکمرانوں پر بھی اوران سیاسی لیڈروں پر بھی جو اس وقت جامعہ حفصہ کی مجبور، محصور اور مقہور بچیوں کو ظالم حکمران کے رحم وکرم پر چھوڑ کر لندن اے۔ پی۔ سی میں شمولیت کے لیے چلے گئے تھے، عذاب کا فیصلہ فرمالیا ہوگا۔ آپ تاریخ نکال کر ملاحظہ کرلیں کہ انھی دنوں سے دیگر ممالک کو بجلی بیچنے کی پیش کش کرنے والا ملک یعنی وطن عزیز اندھیرے میں جانا شروع ہوگیا۔ آس پڑوس کو خوراک...... گندم، چاول، سبزیاں، پھل...... کی ترسیل کرنے والے خطے میں اناج مہنگا اور عنقا ہوگیا اور دریاؤں کا پانی خشک ہوکر اس کی فصلیں سوکھنے لگ گئیں۔ پانی آتا تو آسمان کی بارش رحمت کی بجائے زحمت بننے لگ جاتی جس سے لاکھوں کی فصلیں تباہ ہوجاتیں، ہزاروں مویشی بہہ جاتے، سینکڑوں مکان ڈھ جاتے اور بیسیوں انسان لقمۂ اجل بن جاتے، دریا بپھر جاتے اور زمین پانی اگلنا شروع کردیتی، بستیوں کی بستیاں اور آبادیاں پانی میں غرق ہوجاتیں۔ حکمرانوں یعنی اشرافیہ کی بے عملی کی ڈھٹائی سے زمین نے پھٹ کر عمارتوں کو اپنے اندر سمونا اور پہاڑوں نے پھٹ کر دیہاتوں کا صفحۂ ہستی سے نام مٹانا شروع کردیا۔ جس آقا...... امریکہ...... کی ہدایت پر ہمارے حکمرانوں نے نام نہاد امن کے نام سے اہل وطن پر ظلم وستم شروع کیے اسی ناہنجار نے وطن کے بے گناہوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور خونی بھیڑیا ابھی تک سیر نہیں ہورہا۔ منبر ومحراب کے آلودۂ سیاست ہونے اور عوام تک دین کی بات نہ پہنچنے سے امن وامان کی بدحالی کے علاوہ شرافت، اعمال صالحہ کی ناپیدگی نے عام مسلمانوں کی حس مردہ کردی۔ سیاسی لیڈروں سے تو کسی اچھائی کی توقع کیا کی جاتی، ہماری مذہبی جماعتوں کے قائدین حتی کہ علماء نے بھی...... جو ایک عرصہ سے نہی عن المنکر میں کوتاہ عمل تھے...... امر بالمعروف چھوڑ کر صرف سیاست بلکہ جمہوری سیاست کے راگ الاپنے ہی کو مقصد حیات بنالیا۔ آہ! یہ ہادی ومرشد لوگ العلماء ورثة الأنبياء بھی دینی ذمہ داری بھول بیٹھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسالک کی باہمی چپقلش اور خوں ریزی غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل ہے لیکن دیکھنا چاہیے کہ طاغوت ہم، یعنی ہمارے خیالات، جذبات اور مفادات، میں کیوں اور کس داخل طرح ہوا؟ کہیں یہ حق تعالیٰ کی وہ تنبیہ تو نہیں جس کا سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۴ میں ذکر فرمایا ہے:

''اسی کو یہ قدرت حاصل ہے کہ اوپر سے تم پر عذاب بھیجے یا پاؤں کے نیچے سے یا تم میں (پھوٹ ڈال کر) کئی گروہ کردے اور ایک دوسرے کو لڑائی کا مزہ چکھائے (آپس میں ایک دوسرے سے لڑیں۔)''

کراچی اور بلوچستان ٹارگٹ کلنگ کے جس خوفناک عذاب میں مبتلا ہیں، وہ کیا ہے؟ ایک عرصہ سے بلوچستان میں جو ظلم وستم جاری ہے کیا وہ ظلم نہیں؟ اس ظلم سے بڑا ظلم وہ بے حسی ہے جو قوم پر عموماً اور سیاسی لیڈروں اور حکمرانوں پر خصوصاً طاری ہے۔ سب زبانی جمع خرچ کررہے ہیں لیکن

بلوچستان اور کراچی کے مظلوموں سے خیر خواہی عملاً کہیں نظر نہیں آتی۔ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ بے گناہوں کے خون ناحق کا حساب نہیں لے گا؟ کیا اس پر پکڑ نہیں کرے گا؟ ہم کو یہ سمجھ کیوں نہیں آتی کہ عذاب وابتلا کی یہ سب صورتیں ہم سب کی بداعمالیوں کے سبب بھی ہو سکتی ہیں؟ وطن کا خیر خواہ اور درد رکھنے والا طبقہ ایک عرصے سے قوم کو اجتماعی توبہ کی طرف توجہ دلا رہا ہے، استغفار کی اپیلیں کر رہا ہے لیکن حیرانی ہے کہ کسی کے بھی کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ لاہور اور کراچی میں آتش زنی! وطن عزیز کی تاریخ کے بدترین سانحے ہو چکے ہیں! إنا لله وإنا إليه راجعون.

ہم سب عام وخاص ان سانحات کے دنیاوی اسباب کی طرف عقل کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ جب سیلاب آتا ہے تب بھی ہم دریاؤں کے پشتے مضبوط کرنے کا شور ڈالتے اور دریاؤں میں بلا اطلاع پانی چھوڑنے کو سبب قرار دیتے ہیں۔ جب زلزلہ آتا ہے تو ہم زیر زمین کی سائنس کو موضوع بحث بنا کر اپنے من کو دھوکا اور قوم کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں۔ باہمی قتل وخوں ریزی کو کبھی سیاسی تنگ ظرفی اور کبھی مسلکی منافرت کا عنوان دے دیتے ہیں۔ لیکن کبھی کسی نے ان بلاؤں اور آزمائشوں کو اپنے انفرادی واجتماعی نافرمانیوں کا سبب نہیں بتلایا۔ کبھی کسی نے اپنی معیشت میں خون کی طرح جاری وساری سود کو ان کا باعث قرار نہیں دیا۔ کبھی کسی نے معاشرے میں پھیلی بے حیائی اور فحاشی کی سرزنش تسلیم نہیں کی اور نہ ہی فحاشی پر قرآن حکیم کی وعید حکومت تک پہنچائی اور نہ عوام کو بتلائی۔ کبھی کسی نے ان بحرانوں اور آزمائشوں کو کفار سے دوستی اور مسلم کش واسلام دشمن پالیسیوں کا نتیجہ نہیں کہا۔ حکمرانوں کی اس بے حسی پر حاشیہ خیال میں کبھی یہ لہر آ جاتی ہے کہ کہیں مایا کے آنے میں رکاوٹ کا خوف تو ان پر غالب نہیں؟ اور سیاسی لیڈر اپنی شخصیت (Personality) پر فنڈا میٹل یا مذہبی انتہا پسندی کے لیبل سے خوف زدہ تو نہیں جو کہ ان کی اگلی باری (Term) کو مشکوک ٹھہرا دے۔ یہ رباعی نہ جانے کس شاعر کی ہے لیکن ہے ہمارے حالات کے عین مطابق ؎

سوچتا ہوں تو احساس سے دل دہل جاتا ہے ۔۔۔ تو نے حق کو چھوڑا ہے اندیشۂ غربت سے فقط
رزق اس دہر میں ''ہر مخلوق'' کو مل جاتا ہے ۔۔۔ ہائے اس بات سے نہ تھی تجھ کو آگاہی

آیئے! درج ذیل آیات قرآنی کو بار بار پڑھیں، ان کے ترجمہ وتفسیر پر غور کریں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور ہدایت طلب کریں شاید وہ ہماری توبہ قبول فرما کر ہم پر رحم کر دے:

❀...... ''یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔ بے شک جن لوگوں کو حق بات معلوم ہو گئی، پھر وہ (نہ مان کر) الٹے پاؤں پھر گئے، شیطان نے ان کو جل دیا اور ان کی آرزو کی رسی لمبی کر دی۔'' (محمد: ۲۴، ۲۵)

❀...... ''وہ ہر سال ایک، دو بار (دکھ، بیماری، موت، قحط) میں پڑتے ہیں پھر بھی (اپنے نفاق اور شرارت سے) توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔'' (التوبہ: ۱۲۶)

❀...... ''پھر جب وہ اس مصیبت کو بھول بیٹھے جو خبردار کرنے کے لیے اُن پر آئی تھی ہم نے بھی اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ وہ ان چیزوں (نعمتوں) میں، جو اُن کو ملی تھیں، مست ہو گئے، اُس وقت ایک دم سے ہم نے ان کو پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔'' (الانعام: ۴۴)

❀...... ''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے (اللہ کی طرف رجوع ہوتے) اور بُرے کاموں (کفر اور شرک) سے بچے رہتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے مگر انھوں نے تو (ہمارے پیغمبروں کی نافرمانی کر کے ان کو) جھٹلایا تو (ہم نے بھی) اُن کے کاموں کی سزا میں اُن کو دھر پکڑا۔'' (الاعراف: ۹۶)

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو مر جانے سے بچائے ؎

کہ زندگی عبارت ہے ترے جینے سے ۔۔۔ مجھے ڈر ہے دِل زندہ کہ تُو نہ مر جائے

درس قرآن

قسط نمبر ۴۰

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [يٰس: ٤٧]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس میں سے خرچ کرو جو تمھیں اللہ نے دیا ہے تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان سے کہتے ہیں جو ایمان لائے: کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا، نہیں ہو تم مگر واضح گمراہی میں۔''

پہلی آیات میں کفار کے تمرد و سرکشی کا اور ان کی عقلی بے حسی اور سنگ دلی کا ذکر تھا۔ اس آیت میں مزید ان کے اخلاقی دیوالیہ پن کا اور اخلاقی بے حسی کا ذکر ہے کہ نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ان کا طرز عمل درست ہے اور نہ ہی اللہ کے بندوں کے بارے میں۔ چنانچہ جب انھیں نادار اور مفلس بندوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمھیں بہت کچھ نوازا ہے، اس میں سے تھوڑا سا تعاون اللہ کے ان نادار بندوں سے بھی کر دیجیے تو ان کا جواب مذاق کی صورت میں دیتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ ان کے پاس ہے سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے: ﴿رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾، یہ جس نے دیا ہے وہی فقراء پر خرچ کا حکم دیتا ہے مگر وہ اطاعت کی بجائے تکبر کرتے اور حجت بازی سے کام لیتے ہیں۔

کفار عموماً ہر دور میں مال ومتاع سے نوازے گئے ہیں حتی کہ کفار مکہ تو کہتے تھے:

﴿نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا﴾ [سباء: ٣٥]

''ہمارے پاس (تمھاری نسبت) مال اور اولاد زیادہ ہے۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے کفار کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا﴾ [التوبة: ٦٩]

''ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔''

اللہ کی یہ نعمت وافر حاصل ہونے کے باوجود جب انھیں کہا جاتا کہ مفلسوں اور کمزوروں پر کچھ خرچ کرو تو جواب دیتے کہ جن کو اللہ نے محروم کر رکھا ہے ہم انھیں کیسے کھلائیں۔ اگر اللہ انھیں کھلانا پلانا چاہتا تو اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، وہ انھیں ہماری طرح کھلاتا اور پلاتا۔ جب اللہ ہی انھیں کھلانا نہیں چاہتا تو ہم انھیں کھلانے والے کون ہیں۔ اس لیے تمھارا ہمیں ان کی ہمدردی کے لیے کہنا تمھاری کھلی گمراہی ہے۔ ہم اللہ کے خلاف کوئی عمل کر کے اللہ کی ناراضی مول نہیں لے سکتے۔ یوں وہ انفاق فی سبیل اللہ سے راہ فرار اختیار کرتے اور تقدیر سے استدلال کر کے ملامت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔

عین ممکن ہے وہ یہ بھی کہتے ہوں کہ تم تو کہتے ہو: سب کو رزق دینے والا اللہ ہے۔ جب اس نے انھیں رزق نہیں دیا تو ہم کیوں دیں۔ یہ تمھاری گمراہی ہے کہ تم ہمیں رزاق بنانا چاہتے ہو۔ حالانکہ یہ ان کی کھلی گمراہی کا نتیجہ تھا کہ وہ مفلسوں سے ہمدردی کو اللہ کی رزاقیت کے منافی سمجھتے تھے یا اللہ کی مشیت کو اللہ کی رضا سمجھتے تھے۔ یہی مشرکین کی بنیادی غلطی تھی اور وہ اسی بنا پر یہ بھی کہتے تھے:

﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾ [الأنعام: ١٤٨]

''اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔''

ان کی یہی بات سورۃ النمل (آیت: ۳۵) میں بھی بیان ہوئی

ہے۔ حالانکہ اللہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے، وہ علام الغیوب ہے۔ وہ جو فیصلہ فرماتا ہے اس کے علم وحکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ پورا ہوکر رہتا ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ کافر کی مشیت کو اللہ کی مشیت پر غلبے کا تصور کوئی گمراہ ہی کرسکتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تو کافر سے ایمان چاہے مگر کافر کی مشیت کفر وضلالت ہو اور اس کی مشیت غالب آ جائے۔ البتہ کافر کے کفر پر اللہ راضی اور خوش نہیں۔ جب کہ مومن کے ایمان پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔

اسی طرح کفار کو جب انفاق کا حکم دیا تو اس کے جواب میں ان کا یہ کہنا کہ ﴿لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهُ﴾ ''اگر اللہ چاہتا تو انھیں رزق دیتا۔'' یہ اگرچہ فی نفسہ بات درست تھی مگر اس سے انھوں نے یہ سمجھا کہ اللہ انھیں رزق دینے پر قادر نہیں۔ یا یہ کہ جب اللہ قادر ہے تو ہمیں انفاق کے حکم کا کیا معنی؟ یہ استدلال ان کا سراسر باطل تھا۔ اللہ نے بعض کو تونگری عطا کی اور بعض کے حق میں فقیری کا فیصلہ فرمایا ہے تو اس میں بھی اللہ کی حکمت کارفرما ہے اور وہ یہ کہ انسانی معیشت باہمی نصرت واعانت پر قائم ہے۔ کوئی ہل چلاتا ہے، فصل بوتا ہے، وقت آنے پر اسے کاٹتا اور محفوظ کرتا ہے پھر کوئی اس کے ہل بنانے اور دیگر اشیائے ضروریہ میں اس کا معاون ہے، کوئی اسے پیسنے میں لگا ہوا ہے اور کوئی آٹے کو گوندھنے اور روٹی پکانے پر لگا ہوا ہے۔ یہی کیفیت پورے نظام عالم کی ہے کوئی آدمی تنہا سارے کام سرانجام نہیں دے سکتا یوں مال دار کو غریب اور مزدور کی محنت کی ضرورت ہے اور غریب کو مال دار کے پیسے اور تعاون کی ضرورت ہے۔ ہر ایک اپنی ضرورت کے تحت ایک دوسرے کے کام آ رہا ہے اور کام کر رہا ہے۔ انسان کیڑا مکوڑا یا درندہ پرندہ نہیں جنھیں عموماً بلاواسطہ رزق ملتا ہے۔ انسان زندگی کے تمام امور میں باہمی اعانت ونصرت کا محتاج ہے۔ محتاج سبھی ہیں البتہ ان کی محتاجی میں فرق ہے اور یہی ان کی ضلالت کی بین دلیل ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس تقسیم کی حکمت سے بے خبر ہیں۔ کوئی انسان زمین سے اناج کیا کوئی چیز بھی پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ سب کا رازق اللہ ہی ہے اور اسی کے حکم سے انسانی ضرورت کے لیے زمین سے مختلف اشیاء پیدا ہو رہی ہیں۔ اللہ چاہتا تو آسمان سے بارش کی بجائے درہم ودینار کی بارش برسا دیتا۔ مگر اس کی مشیت اور حکمت یہ ہے کہ آسمان سے بارش برسے، انسان زمین میں ہل چلائے، بیج ڈالے اور دیگر وسائل بروئے کار لائے اور اس سے انھیں رزق حاصل ہو یہ ایک جگہ سے دوسری ضرورت کی جگہ پر منتقل ہو اور وہاں کے لوگ بھی اس سے روزی حاصل کریں مگر واضح گمراہی میں مبتلا اللہ تعالیٰ کے اس نظام حیات کے ادراک سے بے خبر ہیں۔ جس طرح تمام اشیائے ضروریہ ہر جگہ پیدا نہیں ہوتیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں اسی طرح تمام انسانوں کے پاس تمام اشیائے ضروریہ نہیں ہوتیں وہ باہم ایک دوسرے کے ضرورت مند اور محتاج ہیں۔ یہی نوعیت آجر واَجیر کی، مالک ومزدور کی اور پھر اغنیاء وفقراء کی ہے کہ جو کچھ کرنے کے قابل نہیں محتاج ہیں۔ اغنیاء کو حکم ہے کہ ان سے ہمدردی کریں اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے کچھ ان کی خدمت کریں۔ ان کی خدمت عبادت ہے اور مال کا شکرانہ بھی ہے مگر جو اللہ تعالیٰ کی اس حکمت سے بے خبر ہیں وہی اس پر معترض ہیں۔ ان کی گمراہی میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

اسی طرح یہ دنیا دارالامتحان اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مال ومتاع دے کر آزماتا ہے کہ یہ تکبر تو نہیں کرتا یہ میرا شکر کرتا ہے یا نہیں اور میرے حکم پر خرچ کرتا ہے یا من مانی کرتا ہوا عیش وعشرت میں اڑا دیتا ہے۔ بعض کو فقیری اور مسکنت دے کر آزماتا ہے کہ یہ صبر کرتا ہے یا بے صبری اور شکوہ وشکایت پر اتر آتا ہے۔ دونوں صورتیں آزمائش اور امتحان کی ہیں:

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰـهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۵ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ٥ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ٥ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ٥ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ٥ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ٥ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا٥﴾ [الفجر: ۱۵-۲۰]

''پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور نہ آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور تم میراث کھا جاتے ہو اور سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے محبت کرتے ہو بہت زیادہ محبت کرنا۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾

[الأنعام: ١٦٥]

''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کردیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔''

یوں یہ فقیری وامیری اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے۔ انسانوں میں اس نوعیت کی تقسیم میں یہ حکمت کارفرما ہے۔

رہا یہ سوال کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم تو مسلمانوں کو ہے کفار اس کے مخاطب نہیں تو انھیں انفاق کا حکم کیوں ہے۔ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ من وجہ وہ بھی مخاطب ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے کہ جب اہل جنت مجرموں سے سوال کریں گے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ٥ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ٥ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ٥ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ٥ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ٥ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ٥ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ٥﴾

[المدثر: ٤٢-٤٨]

''تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کردیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے۔ اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین (موت) آگیا۔ پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔''

بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ کفار بھی ایمان کے ساتھ ساتھ نماز اور زکاۃ کے مخاطب تھے تبھی تو یہاں نماز نہ پڑھنے اور مساکین کو کھانا نہ کھلانے کے ساتھ ساتھ جہنمی قیامت کے انکار کا اعتراف کریں گے اور وہی سفارش سے محروم ہوں گے ورنہ ہر مومن جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اسے سفارش نفع دے گی اور وہ بالآخر جہنم سے نجات پا جائے گا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ٥﴾ [حٰمٓ سجدہ: ٦،٧]

''اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو زکاۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی وہی ہیں۔''

یہاں منکرین قیامت، جو کہ کافر ہیں، کا جرم یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ زکاۃ نہیں دیتے۔ اس سے بھی ان فقہاء کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ کفار بھی انفاق کے مخاطب ہیں۔ اسی بنا پر یہاں ان سے انفاق کا مطالبہ ہے۔ یا د رہے کہ عرب صدقہ وخیرات کرتے تھے بلکہ جوا اور شراب کو بھی خیرات کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے۔ شراب کے نشہ میں اونٹ ذبح کرتے اور غریبوں میں ان کا گوشت تقسیم ہوتا۔ جوا جیت جاتے تو اس کا بیشتر حصہ بھی تقسیم کردیا جاتا تھا۔ مگر اسلام کی دعوت کے بعد جو نادار حلقہ بہ گوش اسلام ہوئے یہ لوگ ان کا عرصہ حیات تنگ کردیتے اور معاشرتی امداد سے محروم کردیتے۔ اسی لیے انھیں مسلمان ناداروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کے انکار کی سزا کا اعتراف بالآخر وہ قیامت میں کریں گے۔

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انفاق کا یہ حکم شرعی حکم کی تعمیل میں نہیں بلکہ انسانی ہمدردی کے طور پر تھا۔ مگر یہ اتنے شقی القلب ثابت ہوئے ہیں کہ ہمدردی کی بجائے استہزاء پر اتر آتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے بالخصوص فقراء ومساکین کی خبر گیری کرنے میں متعدد احادیث میں ترغیب آئی ہے مگر یہاں ان کا محل نہیں ہے۔

درسِ حدیث

تميمة الصبي في ترجمة الأربعين من أحاديث النبي

بچوں کے لیے چالیس جامع احادیث مبارکہ

مؤلف: نواب سیّد محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ
تنقیح وتسہیل: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

۲۔ روزہ ڈھال ہے:

((الصوم جنة .))

(رواه أحمد، والترمذي وابن ماجه)

''روزہ سپر (ڈھال) ہے۔''

فائدہ: اہل ریاضت نے کہا ہے کہ روزہ گناہ گار کے لیے جنۃ (ڈھال) ہے۔ جس طرح ڈھال تیر، گولی اور تلوار وغیرہ سے بچاتی ہے۔ اسی طرح روزہ روزے دار کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے، یعنی جب روزہ رکھے گا تو قوتِ شہوت ضعیف ہوگی، شیطان کا آنا جانا بند ہوگا، گناہ نہ ہوں گے یا کم ہوں گے تو آپ ہی دوزخ سے بچے گا۔ اور نیک آدمی کے لیے روزہ جنت ہے، یعنی دخولِ بہشت کا سبب ہے اور روزے میں ریاء کو دخل نہیں اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے:

((الصوم لی وأنا أجزي به .))

''روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

اور سخی کا وعدہ جب مجمل ہوتا ہے تو اس میں بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی کریم اور جواد ہے، وہ وعدہ فرما کے کیا کچھ نہ دے گا اور روزے میں بڑا صبر کرنا پڑتا ہے۔ کھانے پینے سے، جماع کرنے سے، غیبت اور جھوٹ بولنے سے اور صبر کرنے والوں کا اَجر بھی بے حساب ہے۔

۳۔ ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے:

((كل شيء بقدر .)) (رواه مسلم)

''ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے۔''

فائدہ: یعنی جو کچھ دنیا میں خیر وشر سے واقع ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور بندہ کاسب (کمائی اور جدوجہد کرنے والا) نہ بالکل مجبور ہے جیسا کہ فرقہ جبریہ کا کہنا ہے۔ نہ مختارِ کل جیسا کہ فرقہ قدریہ کا عقیدہ ہے، بلکہ اصل بات بیچ بیچ کی ہے کہ اس کی حقیقت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ نہ پیر کو نہ پیغمبر کو نہ غنی کو نہ فقیر کو۔ اور اس مسئلے میں غور وفکر کرنا منع ہے۔ اس لیے کہا ہے کہ یہ ایسا بھید ہے کہ جس پر نبی ولی بھی مطلع نہیں۔ یہ بھید سوائے جنت کے اور کہیں نہیں کھلے گا یہ مشکل وہیں حل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سارے مسلمانوں کو بہشت نصیب کرے کہ اس بھید کی حقیقت کھلے۔

۴۔ ہر بدعت گمراہی ہے:

((كل بدعة ضلالة .)) (رواه مسلم)

''ہر بدعت گمراہی ہے۔''

فائدہ: جیسے مردے کے لیے فاتحہ درود کرنا، سوم، چہلم، ششماہی، برسی کرنا، کفن میں پگڑی کرتا دینا، قبر کا بوسہ لینا، محفل مولود کرنا، مجلس قصۂ شہادتِ حضرات حسنین کرنا، اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنا، زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا، عیدین میں اذان کہنا، قبروں پر قرآن پڑھوانا، مجاور ہو کر بیٹھنا، ختم قرآن کے دن رمضان میں مجمع کرنا اور ان جیسی دیگر بدعات۔

اِس حدیث میں کسی بدعت کا نام نہیں لیا نہ یہ کہا کہ فلاں کام بدعت ہے بلکہ ہر بدعت کو گمراہی کہا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت کی تقسیم (بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ) غلط ہے اور جو کام اصل اس کی یا مثل اُس کے اصل شریعت سے ثابت ہے۔ گو وہ کام بعینہٖ

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔ وہ بدعت نہیں، حکماً سنت میں داخل ہے جیسے ۲۰ رکعت تراویح کی جماعت۔ ❶ اور جو کام اصحاب پیغمبر ﷺ نے کیا ہو اور اس کو جائز رکھا ہو، وہ کام بھی سنت ہے اگر وہ سنت صحیحہ کے مخالف اور نص غیر منسوخ کے معارض نہ ہو۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول و فعل۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''تم میرے بعد دو آدمیوں کی پیروی کرو یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔''

بدعت کو بدعت تسلیم کر کے پھر اس کو حسنہ اور سیئہ کہنا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔ ہر شخص اپنی بول چال میں لفظ بدعت کو بری بات اور برے کام پر بولتا ہے۔ اچھی چیز پر کوئی بدعت کا اطلاق نہیں کرتا۔ اور بدعت سے مراد وہ کام ہے جو دین میں نیا نکالا گیا ہو اور اُس پر ثواب وعذاب مقرر کیا گیا ہو۔ اور قرونِ اولیٰ میں وہ کام نہ کسی نے کیا ہو نہ اس کی بابت کچھ کہا ہو۔ اور اس کی اصل و مثل شریعت میں نہ پائی جائے۔ دین کے معاملے میں اصل شرعی کا ہی اعتبار ہے، کسی کے قول و فعل کا، جب تک وہ شریعت کے مطابق نہ ہو، اعتبار نہیں کہ ان میں اچھے، برے، دین دار اور دنیا دار سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

جو کام دنیا میں نکالا جائے، وہ بدعت نہیں۔ اس کے کرنے نہ کرنے پر کچھ عذاب ثواب حاصل نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بدعت عبادات میں ہوتی ہے، عادات میں نہیں اور جو عادات میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے تو یہ بہت ثواب والا کام ہے۔ نیکوں کی نیک عادات پر چلنا اُن سے مشابہت حاصل کرنا ہے اور سب بزرگوں سے زیادہ بزرگ پیغمبر خدا ﷺ ہیں۔ جہاں تک ہو سکے عادات اور عبادت میں ان کی پیروی کریں۔ اسی طرح بُروں کی مشابہت اختیار کرنا بُرا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((من تشبه بقوم فهو منهم .))

''جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا، وہ انھی میں شمار کیا جائے گا۔''

اور قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [المائدة: ٥١]

''جو کوئی تمام (مسلمانوں) میں سے ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی رکھے گا، وہ انھی میں سے ہوگا۔''

الغرض قیامت کے دن ہر آدمی اپنے دوست اور مقتدا کے ساتھ ہوگا۔ نیک، نیکوں کے ساتھ۔ بد، بدوں کے ساتھ۔ سنی (پیروکارِ سنت) اہل سنت کے ساتھ اور بدعتی اہل بدعت کے ساتھ۔

❶ نواب صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نفس تراویح (یعنی قیامِ رمضان) اور اس کی جماعت چونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے اسے باقاعدہ باجماعت جو پڑھا جاتا ہے، تو یہ بدعت نہیں۔ رہا مسئلہ تراویح کی رکعات کا کہ وہ کتنی ہیں؟ اس کی تفصیل نواب صاحب نے یہاں نہیں کی۔ یہاں صرف اُس تعداد کا ذکر ہے جو عوام میں زیادہ رائج ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنا نقطۂ نظر دوسری کتابوں میں صراحت سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب ''روزمرۂ اسلام'' میں لکھتے ہیں:

''یہ قیام (رمضان) نہایت فضیلت رکھتا ہے۔ رہی جماعت اس قیام کی اور تعداد رکعاتِ تراویح، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مقرر کیا تھا۔ اُبی بن کعب اور تمیم داری رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھاتے تھے۔ (رواه مالك عن السائب بن يزيد) اعرج کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ قاری آٹھ رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ تخفیف کی۔ (رواه مالك) بالجملہ جب شارع کی طرف سے کوئی تحدید رکعات کی نہیں ہے تو اب اختیار ہے کہ بیس رکعت پڑھے یا کم یا زیادہ تیس چالیس تک۔'' (روزمرۂ اسلام، ص: ۲۶، طبع: ۱۳۰۶ھ)

یہی بات نواب صاحب رحمہ اللہ نے اپنی عربی کتاب ''نزل الابرار'' میں لکھی ہے کہ یہ نفلی نماز ہے اس کی تحدید نہیں، بہ طور نفل اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہے تاہم طولِ قیام کی طاقت ہو تو پھر ۱۳ رکعت (تین وتر اور دس رکعت نفل) افضل ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا ہمیشہ معمول رہا۔ (نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعية والاذكار، ص: ۳۰۱، ۳۰۲، طبع قسطنطنيه: ۱۳۰۱ھ) (ص۔ی)

لمحۂ فکریہ

کیا ہمارا ''رمضان'' ہماری سفارش کرے گا......؟؟

عبدالقدوس السّلفی، گوجرانوالہ

رمضان المبارک کا مہینا تزکیہ نفس اور خواہشات کو دبانے کا ایک عملی پیریڈ تھا جو کہ اختتام پذیر ہو چکا، اور ہم سے زندگی کا ایک بہترین موقع ختم ہو گیا ہے۔ اب نہیں معلوم کہ اگلے سال یہ مہینہ ہماری قسمت میں لوٹ کر آئے گا یا اس کے دوبارہ آنے سے قبل ہم فرشتۂ اجل کی آواز پر لبیک کہہ چکے ہوں گے۔

اس رمضان میں ہم نے جو اعمال کیے وہ ہمارے نامۂ اعمال میں محفوظ ہو گئے اور وہ آخرت کے دن ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًا م بَعِيْدًا﴾ [آل عمران: ۳۱]

''جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس (اعمال نامے) کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔''

پُر رحمت ساعتوں والا یہ مہمان مہینا ہم سے رخصت ہو گیا، سوچنا یہ ہے کہ رمضان کا مہینا اپنے بھیجنے والے کے پاس جا کر ہماری کیا رپورٹ دے گا، خوشی کا اظہار کرے گا یا ناراضی کا۔ ہمارے حق میں گواہی دے گا یا ہمارے خلاف۔ وہ ضرور رب تعالیٰ کے پاس جا کر بتائے کہ اے اللہ میرے اس فلاں فلاں میزبان نے میری اس قدر عزت افزائی کی اور اس فلاں میزبان نے مجھے کس قدر مایوس کیا ہے......!!

اس میں کوئی شک نہیں کہ رمضان اور قرآن دونوں قیامت کے دن سفارش کریں گے، فکر کی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں گے یا ہمارے خلاف دلائل دیں گے......؟!!

محترم بھائیو! رمضان المبارک کا مہینہ، رحمتوں اور برکتوں کا بحرِ بیکراں بن کر آیا، اور گزر گیا۔ اس میں سے جس کے مقدر میں جو کچھ تھا اس نے لے لیا۔ مگر یہ جاتے جاتے ہم کو دو گروہوں میں تقسیم کر گیا:

۱: کامیاب و کامران لوگ

۲: خائب و خاسر لوگ۔

وہ لوگ یقیناً کامیاب ہو گئے جنھیں اپنے رب کی اطاعت اور اس کی خوش نودی نصیب ہو گئی اور وہ لوگ جو اللہ کی طرف سے فضل و انعام کے اس مہینے کی رحمتوں سے غافل رہے اور مغفرتوں کے اس موسم بہار کو اپنی جہالت اور خواہش نفس کے پیچھے لگ کر ضائع کر دیا وہ لوگ ناکام و نامراد ہو گئے۔

ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور جائزہ لیں کہ ہم نے اس عظیم الشان مہینے کو کس طرح رخصت کیا۔ ہم نے اپنے لیے اس مہینے میں کیا کچھ سمیٹا۔ اگر تو یہ رمضان ہم سے خوش ہو کر واپس لوٹا ہے تو الحمد للہ۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اللہ سے ان اعمال، قیام اللیل، صوم النہار اور اس میں مانگی گئی دعاؤں کی قبولیت کے لیے دست سوال پھیلانا چاہیے۔ اور ان اعمال پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے محافظت کرنی چاہیے جن کی رمضان المبارک میں ہماری پریکٹس کروائی گئی، مثلاً: گاہِ گاہِ روزے کا اہتمام کرنا، اللہ کا تصور و خیال ہر وقت اپنے ذہن میں رکھنا کہ اللہ دیکھ رہا ہے، اپنی زبان کو غیبت سے بچانا، ہاتھوں کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک رکھنا،

قدموں کو اللہ کی معصیت کے لیے اٹھنے سے روکنا، نمازوں کی پابندی کرنا، قیام اللیل کی خوش گوار عادت کو قائم و دائم رکھنا۔

رمضان المبارک کسی کے لیے رحمت بن کر آتا ہے کسی کے لیے مغفرت، کسی کے لیے جہنم سے آزادی کا سبب بن جاتا ہے مثلاً:

بعض لوگ وہ ہیں جو رمضان سے پہلے اپنی زندگی اللہ کی اطاعت گزاری میں، جمعہ اور جماعت کے ساتھ نمازوں کی پابندی کے ساتھ اور گناہوں سے بچنے والے تھے پھر اس مہینے میں مزید نیک اعمال کے لیے کوشش کی، رمضان کو ایسے گزارا جیسا اللہ چاہتا تھا ان لوگوں کے لیے رمضان کا مہینا خیر و بھلائی میں زیادتی اور اضافے کا باعث بنا۔ یہ لوگ تو یقیناً اللہ کی رحمت کے سائے میں آ گئے کیونکہ اللہ نے ان کو قرآن مجید میں محسن (نیکی کرنے والا) کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾

[الاعراف: ٥٦]

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

اور بعض ایسے لوگ ہیں جن پر یہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور ان کی اس سے قبل حالت یوں تھی کہ وہ فرائض کی پابندی اور اطاعت گزاری میں پیش پیش رہتے تھے۔ مگر وہ کبیرہ گناہوں کے علاوہ صغیرہ گناہوں میں ملوث ہوتے تھے۔ ان کے لیے یہ مہینا مغفرت کا مہینا بن کر آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ نُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا﴾ [النساء: ٣١]

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت جگہ میں داخل کریں گے۔''

اور حدیث مبارکہ سے اس خوش خبری کی مزید تائید ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات ما بينهن إذا اجتنب الكبائر.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٥٢)

''پانچ نمازوں کا درمیانی وقفہ، جمعہ اگلے جمعہ تک، رمضان المبارک اگلے رمضان المبارک تک کا کفارہ بن جاتا ہے جب کہ کبائر سے بچا جائے۔''

بعض لوگوں پر رمضان المبارک اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ اس رمضان کے مہینے سے پہلے گناہوں میں لتھڑے ہوئے تھے مگر شرک سے بچے رہے۔ ان پر اللہ کا عذاب لازم تھا مگر ان لوگوں نے توبہ کی اور رمضان کے روزے رکھے اور جتنا قیام میسر آیا انھوں نے کیا۔ جس کے نتیجے میں ان کو جہنم سے آزادی مل گئی۔ عشرۂ اخیرہ کی خوش خبری کے مستحق یہ لوگ ہیں۔

مگر ہمارے معاشرے میں ایسے بدنصیب لوگ بھی موجود ہیں جن کے دامن رمضان سے پہلے بھی گناہوں سے آلودہ تھے اور اس پر ڈٹے رہے، حرام کاموں کا ارتکاب کرتے رہے، نمازوں کو ضائع کیا اور اُس سے بھی بد دعائیں لیتے رہے اور اپنی حالت کو اس فضل و انعام والے موسمِ بہار میں تبدیل نہیں کیا۔ اپنے گناہوں سے توبہ تائب نہ ہوئے۔ گھروں، گاڑیوں میں موسیقی جیسے رمضان سے پہلے چل رہی تھی ویسے رمضان میں چلتی رہی۔ حالانکہ ان کے لیے اللہ کو راضی کرنے کا بہترین موقع تھا مگر اس کی عظیم بخششوں والے مہینے کو ضائع کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے جناب جبریل علیہ السلام نے بد دعا کی اور آپ ﷺ نے آمین کہی:

((ومن ادركه شهر رمضان، فلم يغفر له فأبعده الله قل: آمين، فقال النبي ﷺ: آمين.))

''جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کو نہ بخشوایا، اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے، کہیے آمین، تو آپ ﷺ نے کہا: آمین۔''

محترم قارئین! یہ زندگی اللہ کی عبادت کے لیے ہے اس کے

ایک ایک لمحے میں اللہ کی عبادت کرنا واجب ہے اور اس سلسلے کو ختم کرنے والی چیز رمضان نہیں بلکہ ہماری موت ہونی چاہیے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر: ۹۹]

''اور اپنے رب کی عبادت کیجیے یہاں تک کہ آپ کو موت آلے۔''

ثابت ہوا ہمارے اعمال کا سلسلہ روکنے والی چیز موت ہے اور موت بہت ہی قریب کھڑی ہے۔گھات لگائے بیٹھی ہے۔

ہمارے ہاں مختلف قسم کے لوگ موجود ہیں جن میں سے کچھ یہ خیال کرتے ہیں کہ نماز ،نوافل، نیک اعمال، قرآن کی تلاوت، قیام اللیل وغیرہ صرف اسی مہینے کے لیے خاص ہیں، ان کے باقی گیارہ مہینے ان ثواب واحتساب والے اعمال سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ بہت بُرا گمان کیے بیٹھے ہیں، وہ دین اسلام کے مغز سے ناواقف ہیں۔ اور واقفیت ہو بھی کیسے؟ دنیا داری میں ایسے مشغول ومصروف ہوئے کہ ایک دوسرے سے مال و دولت میں سبقت لے جانے کی طمع وحرص نے دین کی تعلیم سے اس قدر نابلد کردیا کہ ہمیں اپنے دینی مسائل جاننے کے لیے وقت ہی میسر نہیں۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ نماز کے بعد اگر اعلان ہوجائے کہ پانچ، دس یا پندرہ منٹ کا درس قرآن ہوگا تو اعلان سنتے ہیں فوراً اٹھنا شروع کردیں گے۔نتیجتاً ہمارے اعمال بھی ایسے ہی ہوں گے جیسی ہماری سوچ ہے۔ جتنا دین کی تعلیم سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی اللہ کی رحمت ہم پر سایہ فگن ہوگی۔

ہمارے معاشرے کا ایک طبقہ باتونی لوگوں کا ہے جو اپنی اپنی فیلڈ میں انتہائی ماہر ہوتے ہیں دوسرے کو قائل کرنے کے سینکڑوں گُر جانتے ہیں وہ بے چارے اللہ کے فرض کردہ احکامات کو کچھ اہمیت ہی نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ بس جی جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں اللہ وہ ہی قبول کرلے تو بخشیں جائیں گے۔ ایسے لوگ لاابالی والی زندگی بسر کر رہے ہیں اور مسجد میں حاضری صرف جمعۃ المبارک کی نماز تک محدود ہے۔

کچھ لوگ صرف سال کے بعد ہی مساجد کا رخ کرتے ہیں اور سارا سال حی علی الصلوۃ ،حی علی الفلاح کی خوش نما صداؤں کے سرورِ جواب سے محروم رہتے ہیں۔حقیقت میں ہم وہ بدتر قوم ہیں جو اللہ کو صرف رمضان المبارک کے مہینے میں پہچانتے ہیں اور ماہ رمضان گزرنے کے بعد ہم اللہ کو بھلا دیتے ہیں۔

اور کچھ بے قدرے جو صرف زندگی میں ایک دفعہ حج کرکے سمجھ بیٹھتے ہیں اب ہم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوگئے جیسے ابھی ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہو ،یعنی ہمارے کھاتے کوئی گناہ نہیں۔ اور اپنے مستقبل کو پھر اپنی لغزشوں اور بغاوتوں میں گزارتے ہیں حالانکہ ان کے گناہوں کو اس شرط پر مٹایا جائے گا اگر مستقبل میں کبائر کا ارتکاب نہ کریں گے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت ہے:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ [النساء: ۳۱]

''اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کردیں گے اور تمھیں باعزت جگہ میں داخل کریں گے۔''

بھائیو! یاد رکھیے جس نے نمازوں کو ضائع کرلیا، اور دیگر دینی اوامر سے منہ پھیر لیا ان سے یہ گناہوں کی آلائش، لعنت اور بربادی اسی صورت دور ہوگی اگر وہ پکی توبہ کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا۝﴾ [مریم: ۵۹، ۶۰]

''پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے

جنھوں نے نماز کو ضائع کردیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اوران پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ان تارک صلاۃ لوگوں کا گناہ اور دیگر دینی فرائض سے اعراض کرنے کا گناہ توبہ کے ساتھ مشروط ہے اورتوبہ کی تین شرطیں ہیں:

۱: زبان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہ اعتراف کرے اور معافی مانگے،اوراس گناہ کوفوراً ترک کردے۔
۲: دلی طور پرندامت اختیارکرے۔
۳: دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

محترم بھائیو! اللہ سے ڈرتے ہوئے نیک اعمال میں پیش قدمی کرنی چاہیے۔اور رمضان المبارک کا بابرکت مہینا ہم کو نیکی،توبہ اور عمل صالح کے رستے پر چلاتا ہے جس کو مضبوطی کے ساتھ،استقامت کے ساتھ، ساری زندگی پر لاگو کرنا ہمارا کام ہے۔اور یاد رہے ان اعمال کا اختتام رمضان کے آخر تک نہیں بلکہ ان کا اختتام موت کے ساتھ ہوگا۔

ہماری عبادات،توبہ، دعاؤں کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ ہم رمضان المبارک کے بعد بھی اسی حالت پر قائم رہیں اوراس رمضان میں کی گئی تمام محنتوں، اذکار، نمازوں،نوافل، قیام اللیل کی عدم قبولیت کی علامت یہی ہے کہ ہم رمضان کے بعد اپنی اس بری حالت پر آجائیں جسے تبدیل کرنے کے لیے اللہ نے اس رمضان کو ہمارے نصیب میں کیا۔

یہ مہینا تبدیلیوں کا مہینا تھا،ہمیں چاہیے کہ اپنے نفس پر قابو پا کر ان کو خواہشات سیئہ سے روک کر اللہ کی اطاعت کی عادت ڈالیں، اس کو سمجھائیں کہ اصل کامیابی اورعیش تو عیش الآخرۃ ہی ہے۔

دیکھیے توبہ کا دروازہ ہمیشہ اور ہر وقت، رمضان اور غیر رمضان میں کھلا رہتا ہے۔جو اپنی اصلاح کرکے توبہ کرلیتا ہے اس کو اللہ کی رحمت ضرور بالضرور گھیر لیتی ہے۔

آیئے رمضان تو گزر گیا ہم نے جو حاصل کرنا تھا کرلیا، جو نیکیاں ہم سے فوت ہوگئیں اس پر اظہارندامت کریں اور اللہ سے ایک دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ !ہم تیرے ان بندوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو تجھے بہت پسند ہیں۔ یا اللہ ہمارا شمار اپنے برگزیدہ بندوں میں کردے۔ اس کے لیے دینی مجالس،ترجمہ القرآن کی کلاسز، دروس،تربیتی نشستوں میں حاضر ہونا اپنے اوپر لازم کرلیں۔ اللہ سے بھرپور امید ہے کہ وہ ہمارے مقدر میں خیر وبھلائی لکھ کر ہمیں دین کی ضرور سمجھ عطا کردے گا۔



تحقیق وتنقید

قسط نمبر ③ آخری

صاحبِ بذل المجہود کا اعتقادی منہج

ریاض احمد عاقب اثری

٦۔چھٹی غلطی:

حدیث اطیط ❶ کی تفسیر میں انھوں نے امام خطابی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''یہ بہ طور تمثیل وارد ہوئی ہے حقیقی طور پر نہیں۔''

(بذل المجهود: ١٨/ ٢٦١،٢٦٢)

تبصرہ: میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ قول باطل ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ کہا جائے گا کہ اگر حدیث اطیط صحیح ہے تو وہ حقیقت پر محمول کریں گے مجازی معنی اور تمثیل پر محمول نہیں کریں گے۔اسے صفات کی دیگر نصوص کی طرح بغیر تاویل،تحریف اور تعطیل کے تسلیم کیا جائے گا جیسا کہ سلف صالحین کا منہج ہے۔

٧۔ساتویں غلطی:

حدیث اطیط کے الفاظ ((إن الله فوق عرشه وعرشه فوق سماواته)) کی تفسیر میں صاحب کتاب نے کہا ہے:

''یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے لیکن جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔''

(بذل المجهود: ١٨/ ٢٦٣)

تبصرہ: میں کہتا ہوں قدیم وجدید جہمیہ نے اس صفت کا انکار کیا ہے اوران جہمیہ میں (جو اللہ تعالیٰ کی صفت علو کی نفی کرنے والے اور اس کی نصوص میں تحریف کرنے والے ہیں) ماتریدیہ بھی ہیں۔ دیکھیں:كتاب التوحيد للماتريدى (ص:٧٠، ١٠٧)، تبصرة الأدلة (ص:٧٣)، البداية للصابونى (ص:٤٥)، شرح العقائد (ص:٤٠)، شرح المواقف للجرجانى (٨/ ٢٠-٢٢)، النبراس (ص:١٧٨، ١٧٩)، إرشادات المرام (ص:١٩٧) وتبديد الظلام للكوثرى (ص: ٣٥، ٧٨)

اس حدیث میں جہمیہ اور ماتریدیہ دونوں کا رد ہے۔

٨۔آٹھویں غلطی:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

"رأيت رسول الله ﷺ يضع إبهامه على أذنه والتى تليها على عينه." (أبوداود: ٤٧٢٨، ابن خزيمة فى التوحيد، ص: ٤٢،٤٣، ابن حبان: ١٧٣٢، الحاكم: ٤/١ ووافقه الذهبى، سند صحیح ہے۔)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنا انگوٹھا اپنے کان پر اور ساتھ والی انگلی اپنی آنکھ پر رکھ رہے تھے۔''

اس حدیث کے آخر میں امام صاحب نے فرمایا ہے:

"وهذا رد على الجهمية."

---

❶ حديث اطيط: وہ حدیث جس میں عرش کے چرچرانے کی آواز کا ذکر ہے۔اسے امام ابوداود نے (كتاب السنة، باب في الجهمية: ٤٧٢٦)، ابن أبي عاصم نے (السنة: ١/ ٢٥٢)، دارمی نے (الرد على المريسي، ص:٨٩)، ابن خزیمہ نے (التوجيه، ص:١٠٣)، آجری نے (الشريعة: ٢٩٣)، البیہقی نے (الاسماء والصفات، ص:٤١٧)، ابن عبدالبر نے (التمهيد: ٧/ ١٤١) اور لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة میں نکالا ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہے اور جبیر بن محمد مستور راوی ہے۔(اثری)

''اس حدیث میں جہمیہ کی تردید ہے۔''

سہارنپوری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''کیونکہ (جہمیہ) سمع وبصر ایسی صفات کا انکار کرتے ہیں۔''

(بذل المجهود: ١٨/ ٢٦٤، ٢٦٥)

تبصرہ: جمہور ماتریدی فلسفیانہ انداز میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت سمع وبصر ثابت کرتے ہیں لیکن ان (ماتریدیہ) میں ابن ہمام حنفی نے ان دونوں صفات کو صفت علم کی طرف لوٹایا ہے، یعنی اس نے اس سے مراد صفت علم لیا ہے۔اور یہ محض تعطیل ہے۔

(دیکھیں المسايرة: ٦٩)

ماتریدیہ اللہ تعالیٰ کی صفت عین ثابت نہیں کرتے وہ اس صفت کی تعطیل (نفی) کرتے ہیں اور اس بارے میں وارد شدہ نصوص کی تحریف کرتے ہیں۔دیکھیں:المدارك للنسفي (٢/ ٣٥٧)، إرشاد العقل السليم (٤/ ٢٠٥)، إرشادات المرام (١٨٩) ونشر الطوالع (٢٦٢)، تبصرة الأدلة (ص:٢٤٠)

۹۔نویں غلطی:

بذل المجہود کے حاشیہ میں شیخ زکریا کاندھلوی کا قول ہے کہ ''معتزلہ کے رؤیت الٰہی کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا انکار کرتے ہیں اور یقیناً رؤیت سے جہت لازم آتی ہے جب انھوں نے جہت کی نفی کی تو ساتھ رؤیت کی بھی نفی کردی اور ہمارے نزدیک لامحالہ رؤیت مقابل (جہت) کی محتاج نہیں ہے۔''

(بذل المجهود: ١٨/ ٢٦٧)

تبصرہ: میں کہتا ہوں کہ جولوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مؤمنین اپنے رب کو بغیر جہت کے دیکھیں گے وہ درحقیقت رؤیت الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ ان کا یہ قول دو خامیوں کو شامل ہے:

ا: اللہ تعالیٰ کے علو کی نفی کرنا۔

ب: رؤیت الٰہی کو محال سمجھنا کیونکہ رؤیت بغیر جہت کے محال ہے۔

اسی لیے عقلائے ماتریدیہ واشعریہ نے واضح کیا ہے کہ ان کے اور معتزلہ کے درمیان صرف لفظی اختلاف ہے۔ یقیناً وہ سب رؤیت بصریہ کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک رؤیت سے مراد رؤیت علمیہ ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے صراحت کی ہے کہ انھوں (ماتریدیہ واشعریہ) نے رؤیت کو محال سمجھا ہے اور یقیناً معتزلہ ان سے اس بات پر عنقریب ٹھٹھا ومذاق کریں گے کہ رؤیت کے بارے میں وارد شدہ تمام احادیث وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے اوپر ہوگا اور مومنین اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ دیکھیں:كتاب التوحيد للماتريدي (ص:٥٨)، البداية للصابوني (ص: ٦٠، ٦١)، إشارات المرام (ص:١٣٨، ١٣٩)، المسايرة مع المسامرة (ص:٨٢، ٨٣)، نشر الطوالع (ص:٤٥٥)، ضوء المعالي (ص:٢٩)، أصول الدين لأبي اليسر البزدوي (ص:٦١)، العقائد النسفية مع شرحها للتفتازاني (٥٣- ٥٨)، بحر العلوم (ص:٦٩)

۱۰۔دسویں غلطی:

مؤلف نے حدیث نزول کی شرح میں علامہ خطابی کا قول نقل کیا ہے کہ علمائے سلف اور فقہاء کا مذہب ہے کہ ان جیسی احادیث کو ان کی اصل پر محمول کیا جائے گا اور ان کے معانی ذکر نہیں کیے جائیں گے اور اپنے علم سے ان کی تاویل نہیں کریں گے کیونکہ ان کا علم اس کے ادراک سے کم ہے۔(بذل المجهود: ١٨/ ٢٧١)

تبصرہ: میں کہتا ہوں کہ امام خطابی کا مقصد حدیثِ نزول میں جہمیہ کی تاویلات اور صفتِ نزول کے بارے ان کی تفسیر کا رد کرنا ہے۔ان کا مقصود ''معانی کی تفویض'' ہرگز نہیں ہے۔ ہاں کیفیت میں تفویض ان کا مقصد ہے۔لیکن مصنف ان کا قول "أن لا يذكروا لها المعاني" ذکر کرکے اس سے بدعتی تفویض (جو سراسر تفویض فی المعنی ہے) کا استدلال کررہے ہیں۔ مؤلف کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ سلف صالحین تفویض فی المعنی کے قائل نہیں تھے وہ تو صفات کی

نصوص اور ان کے معانی کا اچھی طرح تعارف کرواتے تھے اور وہ صرف کیفیت میں تفویض کرتے تھے جیسا کہ امام مالک کا فرمان ہے:

"الاستواء معلوم والكيف مجهول." (الحلية: ٦/ ٣٢٥-٣٢٦، عقيدة السلف أصحاب الحديث للصابوني: ١٧، ١٨، التمهيد، للابن عبد البر: ٧/ ١٥١، الأسماء والصفات للبيهقي: ص: ٤٠٨، حافظ ابن حجر نے فتح الباري: ١٣/ ٤٠٦ میں اس کی سند کو جید کہا ہے۔)

''استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے۔''

تو امام خطابی کے قول "أن لا يذكروا لها المعاني" کا مطلب یہ ہے کہ سلف اپنی طرف سے ان صفات کی جہمیہ کی طرح تفسیر وتاویل نہیں کرتے تھے۔ اس پر ان کا آخری قول دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے علم سے ان کی تاویل نہیں کرتے کیونکہ ان کا علم اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

۱۱۔ گیارھویں غلطی:

شیخ زکریا کاندھلوی حنفی ماتریدی مؤلف "أوجز المسالك فی شرح موطأ الإمام مالك" نے بذل المجهود کے حاشیہ میں کہا ہے:

''عرش کے ہلنے وحرکت کرنے، صورت اور پنڈلی والی روایات درست نہیں کیونکہ ان کی اسانید صحت میں حدیث نزول کے مرتبہ تک نہیں پہنچتیں یا پھر حدیث نزول میں تاویل زیادہ قریب ہے۔ أوجز المسالك میں اسی طرح ہے۔'' (بذل المجهود: ١٨/ ٢٧١)

تبصرہ: شیخ زکریا کا یہ قول باطل ہے کیونکہ عرش کے جنبش کرنے، صورت اور پنڈلی والی احادیث کا تعلق ایسی صحیح احادیث سے ہے جن کو ائمہ کرام نے شرفِ قبولیت سے نوازا ہے۔ باقی رہا کاندھلوی صاحب کا یہ قول کہ ''حدیث نزول میں تاویل زیادہ قریب ہے۔'' تو یہ قول حق بات سے کوسوں دور ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ان تمام احادیث میں تاویل کرنا غلط اور راہِ حق سے دوری ہے۔ چاہے حدیثِ نزول میں تاویل کا معاملہ ہو یا دیگر احادیث صفات میں تاویل کا مسئلہ ہو، یعنی ان میں تاویل کرنا ناجائز ہے۔

۱۲۔ بارھویں غلطی:

مصنف نے اس حدیث ((فإن قريشا قد منعوني أن أبلغ كلام ربي)) کی شرح میں فرمایا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو رب ذوالجلال کا کلام قرار دیا ہے۔''

(بذل المجهود: ١٨/ ٢٧٢)

تبصرہ: میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اس حدیث کی شرح میں عمدہ بات کہی ہے لیکن اس اعتبار سے انھوں نے غلطی کی ہے کہ انھوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ اس حدیث میں جہمیہ، ماتریدیہ اور اشعریہ کی تردید بھی ہے۔

بہتر یہ تھا کہ وہ یہ کہتے کہ اس حدیث میں ماتریدیہ، اشعریہ اور دیگر معطلہ کا واضح رد ہے جن کا یہ خیال ہے کہ یہ قرآن حقیقی طور پر اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ صرف کلامِ الٰہی کی حکایت یا عبارت ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید مصنف کا وہ قول بھی ہے جو انھوں نے ''حدیث افک'' کی شرح میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان:

"ولشأني في نفسي كان أحقر من أن يتكلم الله في بأمر يتلى."

(سنن ابي داود، رقم الحديث: ٤٧٣٥)

''میں اپنے آپ کو اس بات سے بہت ہیچ سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری براءت کے سلسلے میں کوئی ایسا کلام فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔''

کی شرح میں بیان کیا ہے:

''اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا اپنے کلام کے ساتھ کلام کرنا ثابت ہوگیا اور وہ قرآن میں ہے۔''

(دیکھیں بذل المجهود: ١٨/ ٢٧٣)

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ مصنف کی طرف سے ایک اہم اعتراف ہے اور دوسری جہت سے یہ تناقض ہے۔ اور کلام نفسی کے بطلان پر یہ دلیل ہے کیونکہ انھوں نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عربی قرآن کے ذریعہ کلام فرمایا ہے اور ماتریدیہ کہتے ہیں کہ وہ (قرآن) حقیقی طور پر اللہ کا کلام نہیں ہے یہ صرف مجازی طور پر رب کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی کلام پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ کلامِ نفسی ہے۔

۱۳۔ تیرھویں غلطی:

حدیث ((تكلم الله بالوحي ...... كجر السلسلة)) کی شرح میں شیخ زکریا کاندھلوی نے اس کے متعدد احتمالات ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے: ''تیسرا احتمال: اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف سے کلام تخلیق کرنا۔'' (بذل المجهود: ۱۸ / ۲۷۸)

تبصرہ: میں عرض کرتا ہوں یہ قول باطل ہے کیونکہ یہ خلق قرآن جیسے بدعتی قول میں واضح ہے۔ درحقیقت ماتریدیہ اور ان کے بھائی اشعریہ خلق قرآن کے بدعتی قول کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک یہ عربی قرآن مخلوق ہے۔ نعوذ باللہ

ان کے نزدیک یہ قرآن حقیقی طور پر کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ وہ مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی کلام پر کلامِ نفسی دلالت کرتا ہے۔

خاتمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی تعریف سے نیک امور مکمل ہوتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات پر تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ان اخطا کو بیان کرنے کی ہمیں توفیق بخشی۔ ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ اس سے مسلمان استفادہ کریں اور وہ ہمیں ظلم، لغزش اور غلطی سے محفوظ رکھے اور ہماری یہ عاجزانہ کاوش قبول فرما کر ہمارے میزان کو بھاری فرما دے۔ بے شک وہ سخی اور صاحب عنایت ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(بقلم: ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن الخمیس۔ ترجمہ: ریاض احمد عاقب اثری)

بقیہ: چہرے کا پردہ

۲: عورتوں کے کپڑے باریک نہ ہوں۔
۳: لباس چست وتنگ نہ ہو۔
۴: لباس خوش بودار نہ ہو۔
۵: عورت کا مردوں جیسا نہ ہونا۔
۶: کافر عورتوں سے مشابہ نہ ہونا۔
۷: استیعاب تمام بدن کا سوائے مستثنیٰ اعضاء کے۔

(حجاب المرأة المسلمة، ص: ۱۳)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حجاب المرأة ولباسها في الصلاة میں لکھتے ہیں:

''اگر کسی عورت میں دیگر عورتوں کے لیے فتنہ ہو اور مرد میں دوسرے مردوں کے لیے فتنہ ہو تو دیکھنے والوں کو نظر جھکانے کا حکم ہوگا۔''

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ③ آخری

چہرے کا پردہ شریعت کی روشنی میں

خزیمہ ہارون الرشید کیلانی

فقہاء وآئمہ کے نزدیک چہرے کا پردہ

آیئے ایک نظر متقدمین ومتأخرین آئمہ وفقہاء اور شیوخ وعلماء کے فتاویٰ پر ڈالتے جائیں اور فیصلہ کریں کہ چہرے کا پردہ واجب ہے یا مستحب؟

۱۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ عورتیں لونڈیوں کے لباس کی مشابہت نہ کریں۔ جب کسی حاجت کو نکلیں تو اپنے سر کے اوپر سے چادریں ڈالیں تا کہ فساق ان کا پیچھا نہ کریں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد چہرہ، سر چھپانا ہے۔صرف ایک آنکھ ظاہر ہوگی۔
(تفسیر طبری، احزاب:۵۹)

۲۔امام ابوفرج جمال الدین بغدادی حنبلی:

ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد چادر پہننا ہے جب کہ دوسروں نے کہا ہے کہ چہرہ اور سر ڈھانپنا ہے۔
(زاد المسير في علم التفسير: ٦/ ٤٢٢)

۳۔امام فخر الدین الرازی:

اس سے مراد آزاد عورتیں ہیں اور انھیں تنگ نہ کیا جائے، اور غالباً یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے چہرے چھپانے کی وجہ سے سمجھا جائے کہ یہ عورتیں زانیہ نہیں ہیں۔(مفاتيح الغيب: ٦/ ٥٩١)

۴۔امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی:

عورتیں اپنا چہرہ اور جسم باہر نکلتے وقت چادروں سے چھپائیں گی۔(انوار التنزيل واسرار التاويل: ٢/ ٢٨٠)

۵۔امام ابن العزلی:

عورت اپنے سر پر موجود چادر کو بھی ڈھانپے گی اور چہرہ کو بھی یہاں تک کہ صرف بائیں آنکھ ظاہر ہو۔(احکام القرآن:۳/۱۵۸۵)

۶۔امام ابوالفرج عبدالرحمٰن جوزی بغدادی:

فاسق لوگ بغیر چادر کے عورت کو دیکھتے تو تنگ کرتے۔چادر والی خاتون دیکھتے تو کہتے کہ یہ آزاد ہے اس کو چھوڑ دو۔امام ابن قتیبہ نے کہا کہ عورت چادر پہنے، چہرے کو بھی چھپائے تا کہ معلوم ہو کہ یہ آزاد عورت ہے۔(زاد المسير في علم التفسير: ٦/ ٤٢٢)

۷۔امام احمد بن محمد بن شہاب الدین خفاجی:

تجلیب سے مراد ہے کہ عورت چہرہ اور سر چھپاتے ہوئے چادر اوڑھے گی اور باقی کپڑا جسم پر لٹکائے گی۔(تفسیر بیضاوی)

۸۔علامہ محمد بن احمد کلبی المالکی:

عرب خواتین اپنے چہرے کو ایسے کھولتی تھیں کہ جیسے لونڈیاں اور یہ کام مردوں کو اپنی طرف دعوت دینے جیسا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنے چہرے کو چھپائے تا کہ آزاد اور لونڈی کو پہچانا جاسکے۔
(الجامع لأحكام القرآن: ١٤/ ٢٤٣)

۹۔امام ابوحیان:

امام سدی فرماتے ہیں کہ عورت پیشانی اور ایک آنکھ چھپائے گی جب کہ دوسری آنکھ ظاہر کرے گی۔ یہی حال اندلسی عورتوں کا تھا۔
(بحر المحيط: ٧/ ٢٥٠)

۱۰۔امام ابن کثیر:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن خواتین کو حکم دیا کہ وہ جب بھی اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے چہرے چادر کے ساتھ سر کے اوپر سے چھپائیں اور ایک آنکھ ظاہر کریں۔(تفسیر القرآن العظیم)

۱۱۔امام جلال الدین محلی:

عورت جب کسی حاجت کو باہر نکلے تو سوائے ایک آنکھ کے چہرے پر کپڑے کا بعض حصہ لٹکائے گی۔(تفسیر جلالین)

۱۲۔امام سیوطی:

اللہ تعالیٰ نے ﴿یدنین علیھن﴾ بول کر چہرہ وسر کے ستر کا وجوب لازم کیا ہے اور یہ آیت حجاب ہے۔(عون المعبود:۱۰۶/۴)

۱۳۔امام خطیب الشربینی:

عورت اپنے بدن سے کوئی چیز ظاہر نہ کرے گی، چہرہ اور تمام بدن چھپائے گی۔(السراج المنیر: ۳/ ۲۷۱)

۱۴۔ابوسعود عمادی:

جب عورتیں کسی بھی کام کو نکلیں تو اپنا چہرہ اور جسم ڈھانپ لیں۔

(ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم: ۷/ ۱۱۵)

۱۵۔امام شہاب الدین آلوسی بغدادی:

ظاہری طور پر مراد تو پورا بدن ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جاہلیت میں عموماً چہرے ظاہر ہوتے تھے۔لہٰذا چہرہ چھپانے کا حکم ہے۔

۱۶۔الشیخ نعمۃ اللہ محمود نخجوانی:

اس (پردہ) سے مراد یہ ہے کہ خواتین سوائے دو آنکھوں کے تمام اعضاء چھپائیں گی۔(الفواتح الالٰہیہ:۱۶۳/۲)

۱۷۔علامہ شنقیطی:

قرآن کے تمام دلائل عورتوں کے جسم اور چہرے کے پردے کے وجوب پر ہیں۔عورتیں صرف ایک آنکھ ظاہر کریں گی جس سے دیکھ سکیں۔

۱۸۔الشیخ ابن باز:

کسی بھی مسلم خاتون کے لیے بلاد کفر میں بے پردہ رہنا جائز نہیں اسی طرح اسلامی ملکوں میں بھی۔اجنبی مردوں سے پردہ بہرحال واجب ہے وہ مسلمان ہوں یا کافر بلکہ کافروں سے تو زیادہ سختی سے کرنا چاہیے۔کیونکہ ان کا تو ایمان ہی نہیں۔(فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام، اردو ترجمہ، ص:۲۵۶)

۱۹۔شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ:

اجنبی لوگ موجود نہ ہوں تو سر سے چادر اتار سکتی ہے۔خاوند، محرم رشتہ داروں یا صرف عورتوں کی موجودگی میں سر سے چادر اتاری جاسکتی ہے۔بہ صورت دیگر سر، چہرہ، دیگر اعضائے بدن کا ڈھانپنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام، اردو ترجمہ، ص:۲۸۰، ۲۸۱)

۲۰۔شیخ ابن جبرین:

عورت اجنبی لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ ننگا نہیں کرسکتی بلکہ یہ حرام ہے کہ عورت چہرہ ننگا رکھے۔چہرہ ڈھانپے بغیر پردہ نامکمل ہے۔اس لیے کہ چہرہ اصلی زینت ہے جیسا اللہ نے فرمایا: ﴿ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن﴾ کہ عورت چادر سر سے گریبان تک لٹکائے گی۔جب چادر گریبان تک لٹکے تو چہرہ اور گریبان چھپے گا۔(حوالہ سابق)

محدث العصر شیخ علامہ ناصر الدین البانی کا موقف:

محدث العصر شیخ الاسلام علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے چہرے کے پردے کے بارے میں اپنا موقف اپنی کتاب "حجاب المرأۃ المسلمۃ فی کتاب والسنۃ" میں واضح کیا ہے۔اگر چہ علامہ صاحب نے وجوب کا فتویٰ نہیں دیا مگر وہ اس کا مطلقاً انکار بھی نہیں کرتے۔بلکہ مستحب فرماتے ہوئے "خیر الامور اوسطھا" سے استدلال کرتے ہیں۔اور کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ چہرے کا پردہ مستحب ہے لیکن اگر پردہ کیا جائے تو یہ بہتر عمل ہے جس نے اس کے وجوب کا التزام کیا وہ اس کو کافی ہے۔اور جس نے اس کو احسن عمل کے طور پر لیا تو یہ بھی بہتر ہے اور افضل ہے۔

لیکن علامہ موصوف نے بھی چہرے کے پردہ کو مطلقاً مستحب نہیں فرمایا بلکہ چند ایک شرطیں ذکر فرمائی ہیں کہ جب یہ شرطیں مفقود ہوجائیں تو پھر عورت پردہ کرے گی۔(مقدمۃ الطبعۃ الاولیٰ، ص: ۱۰) وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

ا: عورت کے کپڑے زینت کا محل نہ ہوں۔ (باقی صفحہ ۱۶ پر)

اصلاحِ معاشرہ

قسط نمبر ۲ آخری

حجاب ڈے یا حجاب؟

امّ عبدمنیب

حجاب ڈے؟

اس وقت دنیا بھر میں حجاب مخالف مہم زور وشور کے ساتھ جاری ہے اور دن بہ دن اس میں شدت آتی جا رہی ہے۔ خصوصاً مغربی ممالک میں اور مشرقی ممالک میں بھی حجاب کے متعلق نفرت پھیلائی جارہی ہے۔ اس شدت کے توڑ کے لیے اسلامی سوچ رکھنے والی مختلف اسلامی جماعتیں اور تنظیمیں عالمی سطح پر حجاب کے حق میں مہم چلا رہی ہیں، اس مقصد کے لیے مختلف کانفرنسز کے علاوہ تحریری مواد بھی عام کیا جارہا ہے، مثلاً: حجاب کے حوالے سے اسٹیکرز، چاکنگ، چھوٹے چھوٹے کتابچے تقسیم کرنا، سیمینارز کروانا وغیرہ۔

اس سلسلے میں عالمی سطح پر ۱۲ر جولائی ۲۰۰۴ء کو ''اسمبلی فار دی پروٹیکشن آف حجاب'' کے زیر اہتمام ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں بہت سے ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔

دوسری خبر کے مطابق برطانوی میئر لونگ سٹون نے سرکردہ علماء اور تحاریک اسلامی کے سربراہوں کو بلا کر کانفرنس منعقد کی جس میں ۵۰۰ مندوبین نے شرکت کی۔ اسی روز مشترکہ اعلامیہ میں ہر سال ۴ ستمبر کو عالمی یومِ حجاب منائے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کانفرنس کی صدارت مصر کے معروف عالم ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے کی۔

(نوائے وقت: ۴ر ستمبر ۲۰۱۱ء)

اسی خبر میں یہ بھی ہے کہ اس کانفرنس کا اہتمام ''مسلم ایسوسی ایشن آف برٹن'' نے کیا۔ (بہ حوالہ سابق)

اس سے ایک سال قبل ۲ر ستمبر ۲۰۰۳ء کو فرانس میں ہیڈ اسکارف پر پابندی کا بل منظور کیا گیا تھا۔

۲۰۰۴ء سے لے کر اب تک ہر سال عالمی یومِ حجاب منایا جاتا ہے جس کا اہتمام پاکستان کے علاوہ تمام ممالک میں کیا جاتا ہے۔ اس روز نجی ٹی وی پر حجاب کے حق میں پروگرام نشر کیا جاتا ہے۔ اخبارات کو خصوصی مضمون بھیجے جاتے ہیں۔ مختلف رسالوں میں پیغام اور مضامین شائع کرانے کے علاوہ کالجوں، یونیورسٹیوں میں بھی حجاب مہم چلائی جاتی ہے۔ جلوس نکالے جاتے ہیں، جلسے بھی ہوتے ہیں، جن میں زیادہ سے زیادہ خواتین کو شامل ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اخبارات میں ان پروگراموں کی رپورٹنگ کے لیے صحافی بھی بلوائے جاتے ہیں، وڈیو بھی بنوائی جاتی ہے، غرض ہر طرح سے پروگرام کو مروّجہ طریقوں کے مطابق کامیاب بنانے، نیز خبر اور تصویر لگوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آیئے دیکھیں! حجاب ڈے منانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

حجاب کا مطلب:

عربی زبان میں حجاب کا مطلب آڑ اور رکاوٹ ہے۔ شرعی اصطلاح میں حجاب سے مراد ایک نامحرم مرد اور عورت کے درمیان کسی ایسی چیز کا آڑ بن جانا یا بنا دینا جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کو براہِ راست نہ دیکھ سکیں، مثلاً:

❀ دونوں کے درمیان دیوار کی روک ہو اور ناگزیر ضرورت کے وقت اس دیوار کی آڑ کے ساتھ وہ بات کرلیں یا دیوار کے پیچھے کھڑے کھڑے چیز لے دے لیں۔

❀ دونوں کے درمیان کسی لوہے یا لکڑی کا تختہ یا دروازہ یا کپڑے کا بڑا پردہ ہو اور ناگزیر ضرورت کے وقت اس پردے کے پیچھے رہ کر ضروری بات کرلیں یا چیز لے اور دے لیں۔

❀ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر خاتون اپنے چہرے پر ایک ایسے کپڑے سے آڑ کر لے جس سے چہرہ اور آنکھیں چھپ جائیں نیز پورے جسم پر پہنے ہوئے کپڑے، زیور اور بناؤ سنگھار بھی چھپ جائے تاکہ نامحرم مرد کی نظر ان پر نہ پڑے اور وہ ناگزیر بات کر لے یا عورت کو ضرورت کی چیز دے یا لے لے۔ یا ایسی ضرورت کے وقت مرد نظریں اور چہرے کا رخ دوسری جانب پھیر لے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: پردے کی اوٹ سے)

❀ حجاب کی اس شرعی تعریف کے بعد سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ کیا موجودہ حجاب ڈے سے متعلق منعقدہ پروگراموں میں نامحرم مرد وعورت کے درمیان حجاب کی آڑ موجود ہونے یا موجود رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے؟

یقیناً اس کا جواب ''نہ'' میں ہے کیونکہ یہ پروگرام خواتین نامحرم مردوں کے ساتھ مل کر ہی کرتی ہیں اور ان کے درمیان آڑ قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ عام حالات میں تھوڑا بہت جو خیال رکھا جاتا ہے اسے بھی ان پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟

❀ دوسری بات یہ کہ کیا صرف گاؤن، صرف اسکارف یا صرف سر پر لپیٹی ہوئی پٹی ہی کا نام حجاب ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس کی جنگ لڑنا چہ معنی؟ اگر مقدمہ لڑنا ہے تو اسلام کے اصل حجاب کی ضامن ''جلباب'' کے لیے یا ایسے ساتر برقعے کے لیے لڑیں جو سادہ، ڈھیلا ڈھالا اور سر سے لے کر پیر تک ہر چیز کو ڈھانپ لینے والا ہو۔

حجاب کے حوالے سے شائع شدہ تصویروں میں ساتر برقع بہت کم دکھایا جاتا ہے جب کہ صرف سر پر پٹی لپیٹے ہوئے یا صرف اسکارف لیے جس میں چہرہ پورا ننگا ہوتا ہے یا صرف ٹھوڑی ڈھکی ہوتی ہے، اس قسم کا حجاب تصاویر کے ذریعے دکھایا جاتا ہے۔ شرعی حجاب کی تعریف کی رُو سے کیا یہی حجاب ہے جسے متعارف کرانے کے لیے اتنی بڑی مہم چلائی جاتی ہے؟

❀ جو خواتین حجاب کے حوالے سے تقریریں کرتے ہوئے یا احتجاج کرتے ہوئے یا حجاب کے حق میں بینر اٹھائے دکھائی جاتی ہیں ان کے چہرے ننگے ہوتے ہیں، کیا یہ کھلم کھلا تضاد نہیں؟ کیا یہ حجاب کی مہم چلانے والیوں ہی کے ہاتھوں حجاب کا مذاق نہیں؟

❀ اسلام خواتین کو بغیر شدید مجبوری کے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا، جب کہ حجاب ڈے منانے والی اور حجاب کے حق میں مہم چلانے والی خواتین گھروں سے سڑکوں پر آتی اور لانگ مارچ وغیرہ کرتی ہیں، کہیں یہ خواتین حجاب ہی کے تقاضے پامال کر کے دشمن کے مقاصد کو تو پورا نہیں کر رہیں؟ انھیں اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

❀ اسلام میں عورت کی عصمت وعفت کے محافظ اس کے سرپرست ہوا کرتے ہیں، اپنا مقدمہ خود لڑنا مغربی عورت کا وتیرہ ہے، مسلمان عورت کو اللہ تعالیٰ نے بیرونی جھمیلوں سے آزاد رکھا ہے۔ جو خواتین اپنے زعم میں ''حجاب بچاؤ'' مہم میں حصہ لے رہی ہیں کہیں وہ لاشعوری طور پر مغرب ہی کے بکھیرے ہوئے دامِ فریب کا شکار تو نہیں ہو رہیں؟

❀ اسلام میں سوائے عیدین کے کوئی دن منانا جائز نہیں، ہر بات اور ہر چیز کے تحفظ کے لیے دن منانا مغربی کافروں کی روایت ہے، اسلام کافروں کی مشابہت کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے، فرمان ہے:

((من تشبه لغيرنا فليس منا ولا تشبهوا باليهود والنصارى.)) (صحيح الجامع الصغير وزيادته: ٥٤٣٤، السلسلة الصحيحة: ٢١٩٤)

''جس نے ہمارے اغیار کی مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں نہ یہودیوں کی مشابہت اختیار کرو اور نہ عیسائیوں کی۔''

((من تشبه بقوم فهو منهم.))

(أبو داود: ٤٠٣١)

''جو جس قوم کی نقالی کرے وہ انھی میں سے ہے۔''

حجاب ڈے منا کر ہم اسی دشمن کی نقالی تو نہیں کر رہے جس کے

خلاف احتجاج کر رہے ہیں؟

❀ اسلام میں عبادات اور روایات دن منانے کی محتاج نہیں بلکہ وہ اپنے متبعین سے مسلسل عمل اور پختگی کا مطالبہ کرتی ہیں، کیا واقعی ہم اصل حجاب اور اپنی اصل بڑی چادر کی روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں؟ اور اپنے گھر کی خواتین کو اصل حجاب اور بڑی چادر کو اختیار کرنے کی تلقین کر رہے ہیں؟

❀ دن منانا، جلوس نکالنا، احتجاج کرنا یہ سب اسی دشمن کا طریق سیاست اور اندازِ ثقافت ہے جس کے خلاف ہم احتجاج کر رہے ہوتے ہیں، کاش ہمیں معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کو چھوڑ کر ہم کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتے۔

مروہ الشربینی کی جرمنی میں یادگار:

مغربی ممالک کی نقالی کا مرض ہمیں بری طرح چمٹ چکا ہے اور ہماری جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے لیکن المیہ یہ کہ ہمیں اس کا قطعی کوئی احساس نہیں ہے۔

جرمنی میں مسلمان مصری خاتون جب حجاب کے ساتھ گھر سے باہر نکلا کرتی تھی اور اسے اسی کے محلے کا ایک جرمن نوجوان نفرت کے ساتھ دیکھتا اور اس پر طنز وتشنیع کیا کرتا تھا، جب اس کا مقدمہ عدالت میں گیا تو اس نوجوان نے بھری عدالت میں ججوں اور پولیس کی موجودگی میں اس مسلمان خاتون مروہ الشربینی کو پے در پے گولیاں مار کر قتل کر دیا، اسی کشمکش میں مروہ الشربینی کے شوہر بھی زخمی ہو گئے۔ یوں عیسائیوں کی بہ ظاہر قانون پسند اور مہذب دنیا کے غیر مہذب ججوں اور وحشی پولیس اور جنونی عوام نے اپنی بدتہذیبی کا ثبوت پیش کر دیا۔ خیر! یہ ایک واقعہ تھا جس کے ردعمل میں مسلمان ممالک کے ہر مسلمان کو مروہ الشربینی کے قصاص کے لیے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تھا لیکن جو قوم عقلی طور پر مفلوج ہو چکی ہو اور جس کی غیرت مر چکی ہو اس کے لیے یہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

مغربی اقوام کی نقالی کا بھوت دیکھیے، جرمنی کے اسی شہر میں مروہ الشربینی کی یادگار بھی تعمیر کر دی گئی۔ جس کا ثبوت درج ذیل خبر ہے:

''رڈیسڈن جرمنی کی عدالت میں حجاب کی پاداش میں قتل کی گئی مصری خاتون کی یادگار کے قریب سے ایک برقع پوش خاتون گزر رہی ہے۔ جرمنی ہی میں یہ یادگار بنائی گئی ہے۔''

(نوائے وقت: ۲۴؍ جولائی ۲۰۱۰ء)

محترم قارئین! اس خبر میں سوچنے کے بہت سے پہلو ہیں:

❀ یادگاریں بنانا اسلام کا طریقہ نہیں، اسلام تو یادگاریں مٹانے کا قائل ہے نہ کہ بنانے کا پھر یہ کس قوم کی تقلید میں یادگار بنائی گئی ہے؟ (تفصیل کے لیے دیکھیے: یادگاریں بنانا اور یاد منانا)

❀ جرمنی کے باشندے نے جرمنی ہی کی عدالت میں مروہ الشربینی کو شہید کیا تو پھر اس عیسائی ملک اور حکومت نے مروہ الشربینی کی یادگار قائم کرنے کی اجازت کس اسلامی ہمدردی کے تحت دی؟

❀ اخبار لکھتا ہے: ''یادگار کے پاس سے برقع پوش خاتون گزر رہی ہے۔'' گویا یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ محض پروپیگنڈا ہے کہ جرمنی میں یا مغربی ممالک میں حجاب پر پابندی ہے بلکہ حجاب والی عورتیں تو وہاں کھلے عام سڑکوں پر آتی جاتی ہیں۔

ع اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں:

حجاب کے متعلق سیمینار کا انعقاد برطانیا میں کیا گیا اور ایک خبر کے مطابق برطانوی میئر لونگ سٹون نے سرکردہ علماء اور تحاریک اسلامی کی سربراہوں کو دعوت دی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کافر جو حجاب پر پابندیاں عائد کر رہے ہیں انھیں حجاب کانفرنس منعقد کرنے اور حجاب ڈے منانے سے آخر کیا دلچسپی ہے؟

دشمن کی چال دیکھیے وہ جو الفاظ واصطلاحات چاہتا ہے انھیں ہماری زبانوں پر جاری کروا دیتا ہے۔ اور ہماری جس روایت کو جو رنگ چاہے وہ رنگ دے کر ہم سے منوا لیتا ہے کہ جو کچھ اس دوست نما بھیڑیے نے ہمارے لیے ہماری روایت کا انداز تجویز کیا ہے، وہی عین اسلام ہے۔ حجاب کے ساتھ بھی یہی ہوا، اس نے چاہا کہ مسلمان عورت چار دیواری سے نکلے وہ نکل آئی، اس نے چاہا کہ سڑکوں پر احتجاج کرے، اس نے کیا۔ دشمن نے چاہا کہ وہ سر پر ایک چھوٹی سی

پٹی یا اسکارف کو حجاب باور کرلے، اس نے اسے ہی حجاب سمجھ کر اس کی جنگ لڑنا شروع کردی۔ اس طرح دشمن نے بڑی چالاکی کے ساتھ اسلام کے اصل شعار ''جلباب'' اور حجاب کو اوجھل کردیا۔

۹ نومبر ۲۰۱۰ء کو اسلامی لباس پہنے ایک عورت فریڈرکس برگ، ورجینیا (یو ایس اے) میں ولیر وفاس مارٹ میں کچھ خریدنے کے لیے داخل ہوئی۔ کیشئر نے اسے کہا کہ اگر وہ سروس لینا چاہتی ہے تو حجاب اتار دے کیونکہ سیکورٹی کیمرے اس کے چہرے کی واضح تصویر نہیں لے سکتے۔ اس کا چہرہ پہلے ہی نظر آرہا تھا لیکن کیشئر کا اصرار تھا کہ اسے اپنے بال بے پردہ کرنے چاہئیں اس نے اپنا اسکارف قدرے پیچھے کیا لیکن کیشئر نے اسے سروس دینے سے انکار کردیا۔ اس عورت نے گھر جاکر کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشنز کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ کونسل نے ولیرو ناس مارٹ کو خط لکھا، اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ بھی واقعے کا نوٹس لیں چنانچہ بہت سے احتجاجی خط اور ای میل کی گئیں۔ نتیجہ یہ کہ ملازم کو برطرف کردیا گیا اور اس مسلمان عورت سے معذرت کی گئی۔ (ماہنامہ ضیائے آفاق، دسمبر: ۲۰۱۰ء، ڈاڑھیاں اور حجاب......ایک بار پھر)

محترم قارئین! آپ نے دیکھا کہ اس واقعے میں بھی عورت کا چہرہ ننگا تھا لیکن اسے حجاب کہا جارہا تھا اور حجاب ہی کی پامالی کو سامنے رکھ کر اس مضمون کے مرتب نے پورا مضمون لکھا ہے۔

حجاب ڈے منانے والوں نے یا حجاب کی حمایت کرنے والوں نے شرعاً اس قدر غلط حجاب کی تصویر پیش کی ہے کہ اب پورا میڈیا، مغربی دنیا اور مسلمان ملک سب اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ حجاب کا مطلب ہے عورت کا سر پر دوپٹا یا اسکارف لینا اور بس! چہرہ چاہے کتنا بنا سنورا ہو عورت چاہے کتنی نوجوان اور خوب صورت کیوں نہ ہو اس نے چاہے میک اپ سے چہرہ کتنا ہی بنایا ہوا ہو اسے ننگا رکھنا اور بال ڈھانک لینا ہی حجاب ہے۔

اب تو اخبارات میں ماڈل گرل بھی اس نام نہاد حجاب کے ساتھ دکھائی جارہی ہے۔ اشتہارات میں بھی یہی تصور دیا جارہا ہے۔ دیکھیے سن سلک شیمپو کا اشتہار ''حجاب سے ڈھکے بالوں کے لیے'' حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دوپٹے سے ڈھکے بالوں کے لیے۔

حجاب ڈے منانے والوں اور حجاب! حجاب! لفظ کی تکرار کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے الفاظ درست کریں اور شرعاً حجاب کی جو تعریف ہے وہ تعریف عام کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: قیامت کے قریب لوگ شراب کا نام بدل دیں گے اور اس کو حلال کرلیں گے۔ (ابن ماجہ: ۳۳۸۵، احمد: ۵/ ۳۲۱، السلسه الصحیحه: ۹۰)

اسی طرح آج ہر اسلامی اصطلاح کا مفہوم الٹ دیا گیا ہے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ دشمن اسلامی اصطلاحات کی جو الٹ تعریف عام کرتا ہے ہم خود اس تعریف کو قبول کرکے اسی کے مطابق اپنا اسلام اور اپنی شریعت بنالیتے ہیں۔

ایک پہلو یہ بھی ہے اس درد کی تصویر کا:

اس وقت مسلمان پوری دنیا میں یہ شور مچا رہے ہیں کہ مسلمان خواتین پر مغربی ممالک میں حجاب کرنے کے حوالے سے پابندیاں عائد کی جارہی ہیں جب کہ عیسائی اور یہودی خواتین اور طالبات پر اپنے اپنے مذہبی شعار اپنانے کے سلسلے میں کوئی پابندی عائد نہیں۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ یورپی ممالک میں مسلمان اقلیتوں پر بہت سے شرعی امور پر پابندیاں عائد ہیں جن کی وجہ سے مسلمان اپنے مذہب پر کھلم کھلا عمل نہیں کرسکتے۔

مسلمانوں کی سادہ لوحی دیکھیے کہ انھیں علم ہی نہیں کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں مسلمانوں کے لیے کفار کے ملک میں رہنا اور ذلتیں سہنا ہی جائز نہیں ہے۔ جو لوگ کفار میں سے مسلمان ہوجائیں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ ہجرت کرکے کسی مسلمان ملک میں جابسیں اگر وہ ہجرت کی طاقت ہونے کے باوجود ایسا نہیں کرتے تو ان کا یہ فعل خود اپنے آپ پر ظلم کے مترادف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مشرک کے ساتھ بیٹھے اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ بھی اس جیسا ہے۔'' (ابوداود) (باقی صفحہ ۳۱ پر)

MARKAZ AL-TAUHEED
AHL-E-HADITH (Regd.)
Chowk Churhatta, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
Cell:0092-3006787139, 0321-6787139
Ph:0092-64-2464505, P.O.Box No. 44



أهل الحديث
مرکز التوحید (رجسٹرڈ)
چوک چورہٹہ ڈیرہ غازی خان پاکستان
قائم شدہ 1956

Markaz Al-Tauheed: C.A :1221-0, National Bank of Pakistan, Churhatta Branch No. 1532, Dera Ghazi Khan.

Ref: .... الرقم: ....

Date: .... التاریخ: ....

ڈیرہ غازی خان مکمل طور پر سیلاب کی زد میں

اہل اسلام سے دعا کی خصوصی درخواست ہے

9 ستمبر 2012ء کو اچانک آنے والا تباہ کن رودکوہی کا پانی جانوروں اور مال کے ساتھ ساتھ بے شمار قیمتی جانیں بھی لے گیا۔ شہر کے علاوہ جماعت کی کئی بستیاں اور مساجد بھی زیر آب آگئیں بالخصوص مرکز التوحید کے استاد الحدیث حافظ محمد اسحاق صاحب، مدرس قاری عبدالمنان صاحب اور ناظم ڈاکٹر عبدالقدیر کی بستیاں بہت بری طرح متاثر ہیں۔ اہل خیر اور خیری اداروں سے اپیل ہے کہ تعمیر و ترقی میں حصہ لے کر دکھی انسانوں کا سہارا بنیں۔

سیلاب میں وفات پانے والے جماعتی احباب کے لواحقین کیلئے صبر جمیل اور مرحومین کیلئے جنت الفردوس کی دعا کرتے ہیں۔

منجانب قاری عبدالرحیم کلیم مدیر مرکز التوحید (رجسٹرڈ) چوک چورہٹہ ڈیرہ غازی خان
0300-6787139
0345-6787139

معلمِ دوراں، رئیس العلماء الاحرار

مولانا محمد رئیس سلفی ندوی رحمہ اللہ

حیات وخدمات

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی (استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض)

مسلک تبدیل کرنے والی بعض علمی اور دعوتی شخصیات اور اُن کے کارناموں کا تذکرہ:

ا: اسلامی دنیا کی عالمی حیثیت کی حامل شخصیت ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی، جنھوں نے پوری زندگی عربی ادب کی خدمت کی اور دنیا بھر میں سلفی دعوت کی اشاعت کی، برصغیر (ہندوپاک) بھی اُن کے فیض سے مستفید ہوا۔ ہوا یہ کہ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری کا شہرہ سن کر وہ مراکش (مغرب) سے ہندوستان تشریف لے آئے تا کہ اُن سے علم حدیث حاصل کریں، اور بعد میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی کے استاذ ہوئے، آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا ابواللیث ندوی (امیر جماعت اسلامی ہند)، مولانا مسعود عالم ندوی (جنھوں نے مولانا مودودی کی کتابوں کو عربی میں منتقل کر کے مولانا مودودی اور اُن کی جماعت کو عرب دنیا میں متعارف کرایا) اور مولانا علی میاں ندوی ہیں، جن کی شہرت محتاج تعارف نہیں ہے۔

ان حضرات کی تربیت میں ہلالی صاحب کی جدوجہد کا بڑا دخل ہے، مدینہ یونیورسٹی کے عہد تدریس میں ساری دنیا کے طلبہ نے آپ سے کسب فیض کیا اور ہندوستانی علماء میں جامعہ سلفیہ کی طرف سے بھیجے گئے طلبہ جنھوں نے مدینہ میں تعلیم حاصل کی، ان میں سے مولانا عبدالحمید رحمانی، مولانا عبدالسلام مدنی، مولانا عبدالرحمٰن بن محمد شفیع لیثی، اور ڈاکٹر وصی اللہ عباس، علامہ احسان الٰہی ظہیر، ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن سلفی، ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبیداللہ رحمانی مبارکپوری وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور ڈاکٹر رضاء اللہ بن محمد ادریس مبارکپوری نے مراکش جا کر ۱۶، ۱۷ مہینے خصوصی طور پر استفادہ کیا، وہیں سے اور اُن کی سفارش پر مدینہ یونیورسٹی میں بی اے میں داخلہ لیا، پھر ایم اے اور پی ایچ ڈی بھی جامعہ ہی سے کرنے کے بعد جامعہ سلفیہ میں استاذ ہوئے رحمہ اللہ۔

یہ ڈاکٹر ہلالی عنفوانِ شباب تک غالی قسم کے تیجانی بدعتی تھے، انھوں نے خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اپنے شیخ طریقت کی موجودگی میں سلا نامی شہر جو کہ مراکش سے ملا ہوا ہے، اور دونوں کے درمیان حد فاصل ایک نہر ہے، ایک تیجانی محفل میں تیجانی مذہب کے مطابق رقص وسرود میں مشغول تھے کہ شیخ طریقت نے اُن کو الگ لے جا کر بتایا کہ عزیزم! مذہب اور دین کے نام پر جو تماشے تم کر رہے ہو یہ غلط ہے، اس پر ہلالی صاحب کو بڑا تعجب ہوا، تو شیخ طریقت نے کہا کہ میں تو اب بوڑھا ہو چلا ہوں لیکن تم ابھی جوان ہو پھر بتایا کہ اگر حق معلوم کرنا ہے، تو اپنے شہر مکناس کے پاس موجود مشہور شہر فاس چلے جاؤ وہاں جامع القرویین کے پاس فلاں گلی میں محمد العربی نامی سلفی عالم موجود ہیں ان سے جا کر پوچھو، چنانچہ ہلالی صاحب پرجوش انداز میں جو کہ اہل مغرب کی خصوصیت ہے اُن کے گھر پہنچے شیخ نے اچھا استقبال کیا، اور رد وکد کے بعد یہ طے ہوا کہ مناظرہ میں جو ہار جائے وہ جیتنے والے کا مذہب قبول کر لے۔ گفتگو کے دوران ایسا بھی موڑ آیا کہ ہلالی صاحب ناراض ہو کر گھر سے باہر جانے کے لیے دروازے پر گئے، تو دربان نے باہر جانے سے روک دیا، اس لیے کہ شیخ محمد العربی کی یہ تاکید تھی کہ اس نوجوان کو باہر نہ جانے دیا جائے اس لیے

کہ فرانسیسی قوانین کے مطابق رات میں باہر گھومنے والا جیل کی ہوا بھی کھاسکتا ہے۔

چنانچہ دوبارہ مناظرہ شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہلالی صاحب پر رحم فرمایا اور ہلالی صاحب نے شرک وبدعت سے توبہ کر کے مذہب اہل حدیث قبول کرلیا، میں نے ہلالی صاحب سے ۱۴۰۰ھ میں بنارس میں کہا کہ میں جامعہ اسلامیہ کے طلبہ کے وفد کے ساتھ مغرب کے مختلف ممالک کے دورے سے واپس آرہا ہوں اور آپ کے اصحاب ومتوسلین اور تلامذہ سے ملاقاتیں رہیں یہ عجیب بات ہے کہ میں آپ کو مغرب (مراکش) میں ڈھونڈتا رہا اور پتا چلا کہ آپ کا چاند تو مشرق (بنارس) میں جاکر طلوع ہوا ہے۔ بتائیں جس وقت آپ نے سلفی دعوت کو قبول کیا تھا مغرب میں سلفیوں کی تعداد کتنی تھی؟ برجستہ کہا: واحد ونصف یعنی پورے ملک میں صرف ڈیڑھ آدمی اہل حدیث تھے، آدھے ایک تیجانی شیخ جو اپنے اعتقاد میں صحیح اور اعمال میں غلط تھے، اور پورے اہل حدیث شیخ محمد العربی الفاسی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۴۰۰ھ میں میں نے اپنے سفر مغرب میں اس بات کا اہتمام کیا کہ جس شہر میں بھی جاؤں وہاں کے ہر طبقے سے سلفی دعوت اور ہلالی صاحب کی جدوجہد کے بارے میں معلوم کروں، اس وقت ہمیں جو بات بتائی گئی وہ یہ تھی کہ الدارالبیضاء (کاسہ بلنکا) میں سنیوں یعنی سلفیوں کی تعداد پچیس فیصد ہے، اور دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں پندرہ فیصد اور یہ ساری تبلیغ ہلالی صاحب اور اُن کے شاگردوں کی جدوجہد کی مرہون منت ہے، تقبل الله سعيهم.

اسی لیے میں نے برصغیر پاک و ہند کے علماء کی خدمات حدیث کے تعارف پر مرتب اپنی کتاب "جهود مخلصة في خدمة السنة المطهرة" کے دوسرے ایڈیشن (ط، جامعہ سلفیہ بنارس) میں ہلالی صاحب کے بارے میں لکھا تھا کہ معاصر علماء اور دعاۃ میں ہلالی صاحب سب سے کامیاب داعی ہیں، جن کی جدوجہد کے نتیجے میں مغرب میں بھرپور دعوت توحید کا تعارف ہوا، لوگ سنت سے آشنا ہوئے، اور دوسرے علاقوں میں بھی آپ کی دعوت کے اثرات بڑے گہرے رہے، نہ کوئی تنظیم نہ کسی تحریک اور نہ کسی ادارے کی جدوجہد کا اس میں عمل دخل تھا، اور نہ کسی حکومتی ادارے کا جب کہ عہد جدید کی دینی جماعتوں اور تعلیمی اداروں کے اسٹیج کو استعمال کرنے والے دعاۃ و مبلغین نے اصلاح عقائد کے باب میں اتنا گہرا اثر نہیں چھوڑا۔

۲،۳،۴،۵،۶: ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن اور اُن کے برادران ڈاکٹر سید طالب الرحمٰن، طیب الرحمٰن، توفیق الرحمٰن اور توصیف الرحمٰن پانچوں بھائی خاندانی بدعتی اور غالی مقلد تھے، ننھیال کی طرف سے شیعہ روافض، اسی کو کہتے ہیں کریلا اور نیم چڑھا۔ ہوا یہ کہ شفیق الرحمٰن صاحب پڑھنے کے لیے بھاولپور میڈیکل یونیورسٹی گئے وہاں پر پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کے ہوسٹل میں اس شرط پر رہائش مل گئی کہ یہاں خطبہ جمعہ اور بعض دوسرے دینی دروس اور مسجد میں نماز کی ادائیگی کی پابندی کرنی پڑے گی، جلد ہی مولانا کے وعظ سے متاثر ہوکر رفض وتشیع اور شرک وبدعت اور تقلید وتعصب کو خیرباد کہہ کر مذہب اہل حدیث قبول کرلیا، گھر گئے تو وہاں بھائیوں پر محنت کی، لیکن بات نہ بنی تو اپنے بھائیوں کو لے کر گھر سے بھاگ کر بھاولپور آگئے، اس طرح سے صحیح عالم دین کی تربیت اور صالح ماحول کی وجہ سے دونوں بھائی اہل حدیث ہوگئے، اور پھر بعد میں والدین نے بھی شرک وبدعت اور تقلید چھوڑ کر دعوت حق کو قبول کرلیا، اور اس وقت یہ تینوں بھائی اپنی اپنی صلاحیت واستعداد اور توفیق کے مطابق اپنی قوم کے ناخواندہ اور شرک وبدعت اور تقلید وتعصب میں مبتلا لوگوں کو صحیح راستہ بتانے کے لیے بے انتہا کوشش کررہے ہیں۔

۷: ڈاکٹر شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ افغانستان کے مشہور محقق سلفی عالم تھے، غالی حنفی مقلد اور وہابیوں یعنی اہل حدیثوں کو سخت برا بھلا کہنے والوں اور اُن کے بارے میں سخت ترین موقف رکھنے والوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے جب عقیدۂ توحید اور حدیث

رسول کی نعمت سے مالا مال کیا، تو یہ بھی سعادت ملی کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیۃ الحدیث میں داخلہ ہوا وہاں سے بی اے کرکے پھر عقیدے میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لیں، اور ایم اے میں الماتریدیہ کے نام سے تحقیقی کتاب لکھی اور پی ایچ ڈی میں جھود الحنفیہ فی خدمۃ العقیدۃ کے عنوان سے تین جلدوں میں بڑی لاجواب کتاب لکھی، اور ساتھ ہی پشاور میں الجامعۃ الأثریۃ کے نام سے درسگاہ قائم کی، اور اس راہ میں خود اُن کی غالی حنفی تقلیدی قوم نے اُن کو اور اُن کے جامعہ کو بار بار اُجاڑا اور اس راہ میں اُن کو سخت تکلیفیں اٹھانا پڑیں، مدینہ منورہ میں وہ اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے ہی محلے میں رہتے تھے، ایک دن ظہر کے بعد مسجد میں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے پوچھا کہ شیخ شمس سنا ہے کہ آپ وہابیوں کو بڑا برا بھلا کہتے تھے، اور اُن کو سور اور خنزیر کا لقب دیتے تھے، کیا یہ صحیح ہے، میرا ہاتھ پکڑ کر اور ہنس کر کہا کہ شیخ اتنا ہی نہیں بلکہ میں انہیں راہِ ہدایت پانے سے پہلے اس سے بھی زیادہ نجس پلید اور کم بخت وبدبخت سمجھتا تھا، میں نے پوچھا: ذرا اس تحویل قبلہ کی تاریخ بیان کیجئے تو عرض کیا: ہوا یہ کہ ہم اپنے اسی گمراہ کن اور غلیظ خیالات پر تھے، اور طالب علمی کی زندگی گزار رہے تھے کہ پاکستان سے ایک دیوبندی عالم آئے، میں نے اُن سے پوچھا کہ وہابیوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ صرف آدھے قرآن ہی کو مانتے ہیں، تو آپ بتایئے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ آدھے قرآن کو مانتے ہیں اور یہ کہ وہ پورے قرآن کو کیوں نہیں مانتے، تو انھوں نے جواب دیا کہ چونکہ قرآن میں بڑی تکرار ہے اس لیے وہ آدھے قرآن کو مانتے ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ عملاً پورے قرآن کو مانتے ہیں تو اس دیوبندی عالم نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ بھی پورے قرآن کو مانتے ہیں، شیخ شمس نے کہا کہ اس گفتگو کے بعد اب میں نے وہابی اور اہل حدیث مذہب کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا اور اسے سمجھنے کی کوشش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دی، اس عظیم نعمت اور عظیم دعوت کو اپنی قوم تک پہنچانے کے لیے پوری دل جمعی کے ساتھ لگا ہوا ہوں، اگر میری قوم ہی نہیں دوسری قومیں بھی سلفی دعوت کو صحیح طور پر سمجھ لیں تو ان شاء اللہ قبول حق میں دیر نہیں ہے۔

۸، ۹، ۱۰: اس وقت کے تین مشہور اہل حدیث علماء کا ذکر ہے جو اپنی دینی وتبلیغی خدمات کی بنا پر عوام وخواص میں مقبول ومشہور ہیں۔

۱۱: مولانا رضاء اللہ بن عبدالکریم بدایونی مدنی: بریلوی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور وہ بھی بدایوں اور بریلی والی بریلویت، بچپن ہی میں مولانا محمد دیندار خاں (رہپوا، شکراوہ) ہریانہ کے دست شفقت نے اللہ کے حکم سے رضا خوانی رضاء اللہ کو حقیقی ثنا خواں محمد بنا دیا، وہ اپنے ساتھ انہیں جامعہ سلفیہ (شکراوہ، میوات، ہریانہ) لے آئے، پھر دہلی میں پڑھا اس کے بعد جامعہ سلفیہ (بنارس) میں عالمیت وفضیلت کی ڈگری لی اور پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیۃ الحدیث سے بی اے کی ڈگری لے کر ہندوستان واپس آئے اور اپنے ہی علاقہ کے مدرسہ معہد التعلیم الاسلامی رچھا بریلی کو اپنی جد وجہد کا مرکز بنایا اور تدریس، تصنیف وتالیف، صحافت، مناظرہ اور تبلیغی دوروں کے ذریعے مسلک سلف کی اشاعت کا کام کیا، بعد میں دارالدعوۃ، دہلی سے جڑے پھر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے آرگن جریدہ ترجمان کی ادارت کی ذمہ داری قبول کی پھر پانچ سال تک نائب ناظم جمعیت اہل حدیث کی پوسٹ پر کام کیا، اپنی دعوتی وتبلیغی اور تصنیفی سرگرمیوں کے ساتھ اس وقت دہلی کے جامعہ سید نذیر حسین میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۲: مولانا اصغر علی بن امام مہدی سلفی مدنی: صوبہ بہار کے مغربی چمپارن میں واقع برندہ بن نامی گاؤں کے ایک دیوبندی گھرانے سے ان کا تعلق ہے، ابتدائی عربی تعلیم کے وقت علاقہ ہی کے

مدرسے اور اہل حدیث اساتذہ سے متاثر ہوکر اہل حدیث ہوئے، مطالعہ کے شوق، اورمناظراتی انداز بحث وتحقیق اور کرید کی عادت نے پڑھتے پڑھاتے اور بحث وتکرار کرتے خاندانی تقلیدی مذہب یعنی دیوبندیت کو چھوڑنے پر مجبور کیا،اور اللہ کی توفیق سے مشرف بہ اہل حدیث ہوئے، جامعہ اثریہ دارالحدیث (مئو) اور جامعہ سلفیہ (بنارس) سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں کلیۃ الحدیث سے بی اے کیا، ہندوستان واپس آکر جامعہ سلفیہ (بنارس) میں تدریسی فرائض انجام دئے اور اب دومیقات سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے دینی اورملی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

۱۳: مولانا سید معراج ربانی مدنی: موصوف کا تعلق اضلاع بستی و گونڈہ (موجودہ ضلع سدھارتھ نگر) کے بریلوی گھرانے سے تھا، اہل حدیث مدارس کی تعلیم اور علماء اہل حدیث کی تبلیغ سے اللہ تعالیٰ نے اِن کو صحیح عقیدہ اور سنت کی نعمت سے بہرہ ور کیا، دہلی میں معہد التعلیم الاسلامی پھر جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو ناتھ بھنجن سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک مدت سے سعودی عرب ہی کے اندر مرکز توعیۃ الجالیات (حائل) کے زیر نگرانی دعوت وتبلیغ کا کام بڑی کامیابی سے کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلک سلف کی شرح وتفسیر اور آبائی مذہب کے مضر اور نقصان دہ پہلوؤں کی وضاحت میں ان کو بڑی کامیابی دی اور سعودی عرب ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں جہاں بھی اردو ہندی بولنے والے اور مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، وہ سب ان کی تقریروں سے فائدہ اٹھارہے ہیں، اور شرک وبدعت اور تقلید وجمود کی وادی ظلمات سے نکل کر نورِ توحید وسنت میں سفر آخرت طے کررہے ہیں، اللھم زدفزد وبارک فیھم جمیعا۔

ندوی صاحب کی تدریسی خدمات:

۱۹۶۰ء میں ندوہ سے فراغت کے بعد مولانا ندوی نے سب سے پہلے مدرسہ بدریہ (بستی) میں تدریس کے فرائض انجام دیے، پھر جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر، نیپال میں تدریس کے فرائض انجام دیے جامعہ کے ناظم مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری تھے، جو خطیب الاسلام اور خطیب الہند کے لقب سے ملقب تھے اور برصغیر کے معروف ومشہور خطیب، مؤلف اور داعی تھے، پھر آپ نے جامعہ سلفیہ احمدیہ دربھنگہ میں تدریس کا کام شروع کیا اور وہاں کے مجلّہ الہدیٰ (جامعہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ) میں مختلف موضوعات پر طویل مضامین لکھے، اس وقت ساتھ میں وہاں مولانا عبدالنور عبدالعظیم ندوی بستوی رحمہ اللہ بھی تھے۔

مولانا نے ۱۹۶۷ء سے تاحیات جامعہ سلفیہ میں درس وتدریس، تالیف وترجمہ، افتاء اور دعوت وارشاد میں زندگی گزاری۔

یہ تینوں مدارس جماعت اہل حدیث کے مشہور مدارس تھے اور سب اپنے اپنے علاقے میں گوناگوں اہمیت کے حامل تھے۔ اس پچاس سالہ تدریسی زندگی میں آپ سے بے شمار علماء اورطلبہ نے استفادہ کیا، ۱۹۶۷ء سے آج تک جامعہ سلفیہ سے استفادہ کرنے والے طلبہ کی اکثریت آپ کی شاگرد ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا ندوی نے:

۱: عملی زندگی تدریس، تالیف وترجمہ اور دعوت وارشاد وافتاء کے کاموں میں گزاری، ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شاخ مدرسہ بدریہ پکا بازار ضلع بستی میں (جہاں سے ہائی اسکول کا پرائیویٹ امتحان دیا تھا) تدریسی سلسلہ کا آغاز کیا۔

۲: سراج العلوم جھنڈانگر نیپال میں درس وتدریس کی ذمہ داری نبھانے کے لیے گئے۔

۳: دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ بہار میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

۴: ۱۹۶۹ء میں مرکزی سلفی درس گاہ مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس میں بہ حیثیت استاذ جامعہ آپ کی تقرری ہوئی اور آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اسی کے ہوکر رہ گئے۔

درس قرآن وحدیث اور خطابت:

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شاخ مدرسہ بدریہ پکا بازار ضلع بستی میں (جہاں سے آپ نے تدریسی سلسلے کا آغاز کیا تھا) قیام کے دوران آپ کا تعلق خاص سید عبدالغفار ندوی سے رہا جنھوں نے آپ کو یہ موقع فراہم کیا کہ آپ جامع مسجد پکا بازار ضلع بستی میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیں۔ چنانچہ ہوتا یہ تھا کہ جب مولانا عبدالغفار صاحب سالانہ چھٹی پر چلے جاتے تو آپ ان کی جگہ تین مہینے درس قرآن دیا کرتے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ جب آپ جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال میں تدریسی سلسلے میں آئے تو اپنے اس قیام کے دوران یہ سلسلہ برابر جاری رکھا اور آپ کے اس درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ دور دراز علاقوں سے آپ کا یہ درس سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔ حتی کہ جامع مسجد جھنڈا نگر نیپال میں خود مولانا عبد الرؤف جھنڈا نگری بہ نفس نفیس موجود ہوا کرتے تھے اور آپ کے درس کو بہ غور سنا کرتے اور درس کے اہم نکات کو نوٹ کیا کرتے تھے۔

اس درس کا یہ سلسلہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار میں تدریسی فرائض کی انجام دہی کے دوران بھی جاری رہا۔ علاوہ ازیں آپ ایک اچھے خطیب بھی تھے اور زمانۂ طالب علمی سے بہ کثرت جمعہ کی نماز کی امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے تھے چنانچہ جب تدریسی سلسلہ میں جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال میں قیام پذیر ہوئے تو اس دوران آپ جامع مسجد جھنڈا نگر نیپال میں برابر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے اور خطابت وامامت کی ذمہ داری بھی سنبھالے ہوئے تھے۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں:

مولانا جہاں ایک فاضل استاد تھے وہیں ایک ماہر مصنف، اور مشہور محقق بھی تھے اور یہ سلسلہ طالب علمی کے دور ہی سے شروع ہوگیا تھا، آپ نے مستقل تصانیف کے علاوہ بہت سارے مضامین بھی تحریر فرمائے، ذیل میں آپ کی کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے، لیکن اس سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم ندوی صاحب کے مخاطبین کا مختصر تعارف آپ کے سامنے پیش کریں۔

ندوی صاحب کے مخاطبین کا مختصر تعارف:

برصغیر کے علماء وفضلاء چاہے اُن کا تعلق دیوبند اور سہارنپور سے ہو یا وہ بریلوی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں اور جنھوں نے اپنے موروثی تقلیدی حنفی دیوبندی مذہب پر جمے رہنے ہی کو سب سے بڑا دین کا کام سمجھا۔ اور ان کے نزدیک دین کا سب سے بڑا کام بلکہ سب سے بڑا جہاد یہی رہا کہ وہ پوری زندگی اپنے موروثی مذہب اور اس کے چھوٹے بڑے علماء کی جا وبے جا تائید اور وکالت کریں۔

۱: اور اس راہ میں اگر صحابہ کرام آتے ہیں تو اُن پر بھی اگر چھینٹیں اٹھانی پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔

۲: قرآن کی تحریف سہوا یا عمداً ہوجائے اور اس سے استدلال بھی موجود ہو تو اس کو بھی گوارہ کرلیا جائے۔

۳: احادیث رسول میں اگر تحریف کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

۴: ائمہ ومجتہدین جنھوں نے مخصوص امام اور مخصوص مسائل کے خلاف بات کی یا فتویٰ دیا تو اُن کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

۵: رواۃ حدیث کے سلسلے میں بھی جارحانہ موقف اختیار کیا جائے، اُن کو بھی پارٹی کے موافق اور مخالف خانوں میں بانٹ دیا جائے۔

۶: ضرورت پڑنے پر فریق مخالف کو زیر کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز اور ناجائز حربے استعمال کیے جائیں، جن میں بے جا الزامات لگانا جیسے اہل حدیث خوارج یا شیعہ کی طرح ہیں، اُن کے لیے مساجد ومدارس کے دروازے بند کرنا، ضرورت پڑے تو نکاح کو مذہبی بنیادوں پر فسخ کرادیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

قدیم وجدید تاریخوں میں بے شمار تکلیف دہ مثالیں موجود ہیں، جن کے پڑھنے کے بعد اس طرح کے فتنوں سے بچنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی دعا کرنی چاہیے۔ (جاری ہے)

عالم اسلام

برما میں مسلمانوں کے قتل عام پر
مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور حل

عطاء محمد جنجوعہ

برما میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ تیس ہزار قتل کیے جا چکے ہیں۔ دس ہزار لاپتا ہیں۔ نوے ہزار مسلمانوں کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ کئی بستیوں کو مساجد سمیت زندہ جلا دیا گیا۔ مساجد میں نماز تراویح کے دوران قرآنِ حکیم پڑھنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ میڈیا خاموش، او آئی سی خاموش، یو این او خاموش، عالمی برادری خاموش اور مسلم حکمران مجبور و بے بس۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان جسم کی مانند تھے۔ جن کے جسم کا کوئی عضو دکھتا تو اُن کا سارا جسم تکلیف محسوس کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف ظالم اور منتخب نمائندہ نہ سہی لیکن اس میں اسلامی حمیت وغیرت تو تھی جس نے ایک مسلم عورت کی فریاد پر محمد بن قاسم کو فوج سمیت سندھ پر حملہ کے لیے بھیجا۔ ہائے افسوس آج برما میں پانچ ہزار مسلم عورتوں کو بے آبرو کر دیا گیا لیکن پچاس سے زیادہ حکمرانوں میں سے کسی کی غیرت نہیں جاگی۔ یہود وہنود اور نصاریٰ فلسطین، کشمیر اور افغانستان میں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ البتہ عالمی برادری میں بدھ مت کا مسلمانوں سے کوئی تنازعہ نہ تھا۔ صہیونی تنظیم کی تھپکی سے برما حکومت مسلم کشی میں اعلانیہ ملوث ہوئی۔ مسلمانوں نے ترکی کی آبروریزی پر احتجاج کیا تو بدھوؤں نے بستی کو جلا دیا۔ مسلمانوں نے مزاحمت کی تو برمی پولیس اور فوج نے قتل عام شروع کر دیا۔ افغانستان سے روسی فوج کی پسپائی کے بعد نکسن گوربا چوف نے مشترکہ اعلامیہ میں اسلام کو ہدف بنا لیا تھا۔ ہندو، یہود ونصاریٰ کی دیدہ دلیری دیکھ کر بدھ مت کے پیروکار بھی مسلمانوں کو کچلنے کے لیے میدان میں نکل آئے ہیں۔ مسلم حکمرانوں کو کون سی مجبوریاں حائل ہیں؟

۱: مسلم ممالک میں نسلی ولسانی اور مذہبی فساد کی بنا پر افتراق وانتشار ہے۔ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں سیاسی جنگ جاری ہے۔

۲: اقوامِ متحدہ کی منظوری کے بغیر دوسرے ممالک کے معاملات میں دخل اندازی عالمی جرم ہے۔

۳: اربوں ڈالر مقروض ہونے کی وجہ سے استعماری قوتوں کے سامنے جرأت سے موقف پیش نہیں کر سکتے۔

عالمی تاریخ گواہ ہے کہ استعماری قوتوں کو حق حاصل ہے کہ جس مسلم ملک پر چاہیں حملہ کر دیں۔ ویٹو پاور کی وجہ سے اُن کا یہ اقدام اقوام متحدہ کی خلاف ورزی نہیں۔ افغانستان اور عراق میں نیٹو افواج کی بربریت آپ کے سامنے ہے۔

او، آئی، سی کا فرض منصبی ہے کہ مسلم سربراہوں کا فوری اجلاس بلا کر برما میں قتل وغارت گری کا بازار بند کرنے میں عملی کردار ادا کرے۔ شام میں خانہ جنگی کے خاتمہ کے لیے اپنا اثر ورسوخ بروئے کار لائے۔

او، آئی، سی کے اجلاس میں قرار داد منظور کی جائے کہ خواہ بھوک پیاس کی شدت سے عوام نڈھال ہو جائیں یا آسمانی آفات کی وجہ سے آسمان تلے زندگی بسر کرنی پڑ جائے، یا جارحیت کی صورت میں دشمن دراندازی شروع کر دے ہم کسی صورت سود پر قرضہ نہ لیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ آزمائش کے بعد خوشی کی صورت میں رب کی رحمتوں کا نزول ہوگا، ان شاء اللہ۔

مسلم ممالک او، آئی، سی کو یا کسی ایک اسلامی ملک کو اقوام متحدہ کے مستقل رکن کی حیثیت دلوانے کی قانونی چارہ جوئی کریں بہ صورتِ دیگر مسلم اقوام متحدہ کا لائحہ عمل تیار کریں اور عملی جدوجہد کریں۔ مسلمانوں کے سیاسی مسائل کا پائیدار لائحہ عمل ہے۔

حالاتِ حاضرہ

مسلمانوں کے لیے مقامِ غور و فکر

محمد سلیم چنیوٹی

انتہائی افسوس ناک خبریں گزشتہ دنوں سے وقوع پذیر ہوئیں کہ جس سے انسانیت لرز کر رہ گئی۔ سب سے وحشت ناک خبر یہ تھی کہ آقائے ختمی مرتبت حضرت رسولِ کریم ﷺ کی ناموس کے خلاف امریکی سرپرستی میں عیسائیوں کے ایک غلیظ ترین دریدہ دہن پادری ملعون ٹیری جونز نے اپنی خباثت کا ایک اور مظاہرہ کیا۔ جناب سرورِ دوجہاں ﷺ کے خلاف ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی کہ جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں کے اندر غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور جس سے جذبات کا اُبھرنا یقینی تھا۔

اس فلم کے منظر عام پر آنے سے ہر مسلمان کا تو دل ضرور دکھا ہی ہے مگر شعور کی آنکھوں والوں کو بھی یہ فعل ضرور بُرا لگے گا کہ مسلمانوں کے ملجا وماویٰ علیہ السلام کے خلاف یہ قبیح عمل سرزد کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امریکی گماشتوں کو جو دنیا میں امن، امن کی آواز بلند کرتے رہتے ہیں اور خود سب سے بڑے دہشت گرد ہیں، انھیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ صرف اور صرف مسلمانوں ہی کے خلاف اپنے اسلحے کو استعمال کریں لیکن ٹیری جونز جیسے خبیث ولعین کو لگام کیوں نہیں دیتے۔ جس نے مقدس ترین ہستی کی شان میں اتنی بڑی گستاخی کر کے اپنے لیے دنیا کی لعنتوں کے انبار اکٹھے کر لیے۔

کراچی اور لاہور میں گزشتہ ہفتے ایک ہوزری فیکٹری اور جوتوں کے کارخانے میں لگنے والی آگ نے پوری پاکستانی قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس واقعے میں جس طرح انسانی جانیں نذر آتش ہوئیں اس کا حال دیکھا نہیں جاتا۔ ہمیں اللہ پناہ مانگنی چاہیے اور ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کریم سے دست بہ دعا رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو گناہوں سے اور عبرت ناک اموات سے بچائے رکھے، آمین۔

اللہ تعالیٰ ان ایمان والے غریب اور مزدور بچوں اور بڑوں کو معاف فرمائے اور انھیں شہادت نصیب کرے کہ جو اس آگ میں دن دیہاڑے جل کر اپنے اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اللہ کریم ان کے والدین، لواحقین، اعزاء واقرباء کو صبر جمیل نصیب کرے، آمین یا رب العالمین۔

ان مذکورہ واقعات سے قبل عالمی سطح پر نہایت قبیح اور افسوس ناک ترین واقعے نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو شدید رنج میں مبتلا کر رکھا تھا کہ بنگلہ دیش کے پڑوس میں بدھ متوں کی ریاست برما اور اراکان کے مسلمانوں کو آگ وخون کے دریا میں غرق کر دیا گیا۔ اس مسلم دشمنی کی بدترین حرکت کا جتنا بھی افسوس کیا جائے اتنا ہی کم ہے کہ دس بیس نہیں، چالیس پچاس نہیں بلکہ ہزاروں مسلمانوں کو آگ وخون میں یوں تڑپایا گیا کہ الامان والحفیظ۔ آہ! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے ساتھ مسلمان عورتوں کی آبروریزی کے بعد قتل کر کے انھیں بھی جلایا گیا۔ سعودی عرب کے فرماں روا جناب شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے بروقت ان مسلمانوں کی دلجوئی فرمائی اور او آئی سی کا اجلاس طلب کر کے مکہ مکرمہ میں دیگر اسلامی ممالک کے سربراہان کو بھی دعوت دی۔ پاکستان کے صدر آصف علی زرداری اور وزیر داخلہ سمیت کئی وزراء اور سیاسی لیڈروں نے بھی شرکت کی۔ حکومت پاکستان نے برما کے صدر کو ایک خط کے ذریعے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

ان واقعات میں مسلمانوں کے لیے ایک بڑا امتحان ہے اور مسلمانوں کو اپنے ربّ العالمین سے مراجعت کرنی چاہیے اور توبہ کے لیے درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ کس طرح ہم اللہ سے دور ہیں کہ

ہر طرف خونِ مسلم کی ہولی جاری ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی توہین اور اہانت کے واقعات سے ان کے ایمان کو جانچا جا رہا ہے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں اور آج کے مسلمانوں میں بڑا فرق ہے۔قرونِ اولیٰ کے مسلمان اپنے پیارے پیغمبر علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت برداشت نہیں کرتے تھے۔امیر المومنین صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشن مقرر فرما دیا کرتے تھے اور اصحاب رسول ﷺ اپنے نبی علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے سر کاٹتے تھے۔ بے شک شانِ اقدس میں گستاخی کا ایک ہی علاج ہے۔

لیکن آج کا مسلمان اور آج کے حکمران گستاخوں کو سزائے موت دینے سے کنی کتراتے ہیں۔ مومن صادق گستاخی تو برداشت نہیں کرسکتے اور وہ موقع پاتے ہیں فریضۂ صدیقی ادا کردیا کرتے ہیں۔ بہرحال ناموسِ رسالت کا تحفظ جتنا ہر مسلم حکمران کے لیے ضروری ہے اتنا ہی ہر مسلم کے لیے بھی ضروری ہے۔ اللہ کریم عمل صالح کی توفیق اور اطاعت رسولِ کریم ﷺ سے نوازے۔

یہودی اور متعصب عیسائی نبی کریم ﷺ کی شریعت کو دنیا میں پھلتا پھولتا پسند نہیں کرتے۔ روزِ اول سے ہی یہ آخری پیغمبر علیہ السلام کے فضائل ومناقب کے خلاف اپنا بغض وحسد بگھارتے رہے ہیں اور تا قیامِ قیامت یہ فعل سرانجام دیتے رہیں گے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی شریعت مسلمانوں کو پیغام دیتی ہے کہ

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ﴾ [المائدۃ:]

''یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست مت بناؤ۔''

اللہ کریم ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو شریعت محمدیہ ﷺ کی پاسداری کی توفیق عطا کرے، آمین۔



بقیہ: حجاب ڈے یا حجاب؟

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مشرکوں کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ اکٹھے رہو، جو ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ اکٹھا رہے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (مستدرک حاکم: ۱۴۱/۲)

مسلمان کا کافروں کے ملک میں رہنا اسی لیے جائز نہیں ہے کہ کافر اس مسلمان پر ظلم کریں گے۔ اسے ذلیل کریں گے۔ اس کے دین کا مذاق اڑائیں گے۔ مسلمان کو اپنی شریعت پر عمل نہیں کرنے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس پر ایمان لانے والے دنیا میں عزت ووقار کے ساتھ رہیں اور عزت ووقار اسی جگہ حاصل ہوسکتا ہے جہاں اگر اسلامی حکومت نہیں تو کم از کم مسلمان کی حکومت تو ہو، اپنے عزت ووقار کو اپنے ہاتھوں کافروں کے ملک میں رہ کر مجروح کرنا سنگین شرعی جرم ہے جس کی سزا جہنم بتائی گئی ہے۔

مسلمانوں کا یہ شکایت کرنا کہ یورپی ممالک میں مسلمان خواتین کو حجاب کرنے کی اجازت نہیں ہے یہ ایک لایعنی شکایت ہے۔ اس کا علاج تو صرف یہی ہے کہ کافروں کا ملک چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقے میں آبسیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شرعی اصطلاحات کو ان کے اصل مفہوم کے ساتھ سمجھنے کی سوجھ بوجھ عطا کرے، آمین۔

خوشخبری

کم و بیش 915 صفحات پر مشتمل
نہایت جامع اور دیدہ زیب

سوانح حیات
شیخ الحدیث مولانا
محمد علی جانباز رحمہ اللہ

چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے

احوال، افکار و آثار

سات ابواب

- نقوش حیات جاوداں
- سیر و سوانح
- ترجمہ مقدمہ شارح
- اخبار و آثار
- علمی کارنامے
- معاصرین کی نظر میں
- یادگار نوادرات

مشتمل اس کتاب میں درج ذیل علمائے کرام

- ملک عبدالرشید عراقی
- پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد
- مورخ اہلحدیث محمد اسحاق بھٹی
- شیخ الحدیث حافظ محمد عباس انجم گوندلوی
- پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
- ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
- حافظ عبدالمنان نورپوری
- مولانا ارشاد الحق اثری
- حافظ صلاح الدین یوسف
- پروفیسر محمد سعید کلیروی
- حافظ عبدالستار حامد
- مبشر احمد ربانی
- حافظ ریاض احمد عاقب الاثری
- محمد تنزیل الصدیقی الحسینی
- حافظ عبدالغفار روپڑی

- شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری
- مولانا محمد داؤد ارشد
- مولانا عمر فاروق السعیدی
- مولانا عبدالوکیل ناصر
- پروفیسر محمد علی اقتدار
- الشیخ ابو جابر عبداللہ دامانوی
- ڈاکٹر سہیل حسن
- مولانا محمد رمضان یوسف سلفی
- پروفیسر عدیل الرحمان
- مولانا ذکاء اللہ
- قاری تاج محمد شاکر
- رانا محمد شفیق خان پسروری
- مولانا محمد یاسین شاد
- مولانا محمد سرور شفیق
- مولانا محمد ادریس فاروقی

- حافظ عبدالوہاب روپڑی
- پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل گورائیہ
- حافظ عبدالقیوم انصاری
- پروفیسر حافظ مشتاق احمد
- مولانا فاروق الرحمان یزدانی
- حکیم محمد عتیق الرحمان
- مولانا لیاقت علی باجوہ
- ڈاکٹر حافظ نثار مصطفیٰ
- ابوبکر قدوسی
- ڈاکٹر محمد دین قاسمی
- ڈاکٹر عبدالحفیظ مظہر
- حکیم محمود احمد ظفر
- بشیر انصاری ایم اے
- میاں محمد طفیل اختر وٹو
- ارشد محمود بگو ایڈووکیٹ

- ڈاکٹر بہاؤالدین
- ابو عمر سوہدروی
- سید کلیم حسین شاہ
- عبدالحنان جانباز
- قاری عبدالرحمٰن
- پروفیسر عبدالعظیم جانباز
- پروفیسر عبدالجبار شاکر
- مفتی عبیداللہ خان عفیف
- شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم
- شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد راشدی
- حافظ عبدالغفار روپڑی
- شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمان اشرف
- حافظ محمد زبیر علی زئی
- مولانا عارف جاوید محمدی

کے مضامین و تاثرات جمع کئے گئے ہیں کتاب نہایت دلچسپ اور علمی و تحقیقی معلومات کا حسین گلدستہ ہے۔ جسے مکتبہ قدوسیہ لاہور جیسے نامور پریس نے بڑے سائز پر خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ قدوسیہ رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37351124,37230585

ذوالقعدہ پرنٹرز ... 0333-8646542

رجزِ مسلم

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دیں گے   مشرق کا سرا اُٹھ کر مغرب سے ملا دیں گے

دھارے میں زمانے کے بجلی کا خزانہ ہیں   بہتے ہوئے پانی میں پھر آگ لگا دیں گے

ہم سینۂ ہستی میں انگارہ ہیں انگارہ   شعلے بھڑک اُٹھیں گے جھونکے جو ہوا دیں گے

ہم کون ہیں ہم کیا ہیں؟ ہم کچھ بھی نہیں لیکن   وقت آنے دو، آنے دو، پھر تم کو بتا دیں گے

فاران پہ گرجے تھے برسے ہیں جہاں بھر میں   گھر کر جو کہیں کڑکے پھر ہوش اڑا دیں گے

دنیا کے سمندر میں ہم جزر بھی ہیں مدّ بھی   دیکھو جو ہمیں روکا طوفان اُٹھا دیں گے

اس دین کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے   اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

گونجیں گی پہاڑوں میں تکبیر کی آوازیں   یہ صور جہاں پھونکا مُردوں کو جلا دیں گے

اے جذبۂ اسلامی جس دل میں نہ تو ہوگا
یہ نظم صفیؔ پڑھ کر ہم اُس کو سنا دیں گے

(صفیؔ لکھنوی)